عنوان	اعلیٰ رسی
لکھاری	عدینہ خان
پلیٹ فارم	ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل
پبلیشر	ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل
ویب سائیٹ	NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com
واٹس ایپ	+923155734959
جی میل	NovelHiNovel@Gmail.Com OnlineWebChannel @Gmail.Com

Novel Hi Novel & Online Web Channel

انتباہ !

یہ ناول "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل "کی ویب سائٹ نے لکھاری کی فرمائش پر آپ سب کے لیے پیش کیا ہے۔

اس ناول کا سارا کریڈٹ رائٹر کو جاتا ہے۔ اس ناول میں غلطیاں بھی ممکن ہیں کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے تو اس ناول کی غلطیوں کی زمہ دار ویب نہیں ہو گی صرف اور صرف رائٹر ہی ہو گا ویب نے صرف اسے بہتر انداز سے سنوار کر آپ سب کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس ناول کو پڑھیے اور اس پر تبصرہ کر کے رائٹر کی حوصلہ افزائی کیجیے۔

اپنے ناولوں کا پی ڈی ایف بنوانے کے لیے واٹس ایپ پر رابطہ کریں

+923155734959

اس ناول کے تمام رائٹس "ناول ہی ناول"، " آن لائن ویب چینل "اور لکھاری کے پاس محفوظ ہیں۔ لکھاری یا ادارے کی اجازت کے بغیر ناول کاپی کرنا یا کسی حصہ کو شائع کرنا قانوناً جُرم ہے،

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959

اعلیٰ رسی

عدینہ خان کے قلم سے

این ایچ این اور او ڈبلیو سی پبلیشرز

ان کے گھر کی پچھلی طرف جو اپارٹمنٹ تھا وہ کچھ دنوں سے آباد ہو گیا تھا ویسے تو اسے کسی چیز سے فرق نہیں پڑتا تھا مگر وہاں اس کی دلچسپی کی وجہ یہ تھی کہ اس اپارٹمنٹ میں ایک اکیلا لڑکا شفٹ ہوا تھا جو دیکھنے میں لگ بھگ چوبیس سال کا لگتا تھا لیکن اس کے چہرے پر جو کرخت تاثرات چھائے رہتے تھے وہ اسے چالیس سال کا ظاہر کرتے تھے۔اس نے کسی سے بھی گھلنے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ جو ہمسائے اس سے ملنے گئے تھے وہ بھی اس کا روکھا پن دیکھتے پیچھے ہٹ گئے تھے۔

اس نے اتنی سی عمر میں کسی کو اتنا سنجیدہ اور زندگی سے بے زار نہیں دیکھا تھا وہ خود بھی چوبیس سال کی تھی مگر اسے ہر وقت شوخیاں سوجھتی رہتیں تھیں۔

اس سے دو بڑی بہنیں شادی شدہ اور بچوں والی تھیں چونکہ وہ ان دونوں سے عمر میں کافی چھوٹی تھی تبھی بوڑھے ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی۔وہ بی ایس کیمسٹری کے بعد اب فارغ تھی۔

بابا اس کی پیدائش پر سب سے زیادہ خوش ہوئے تھے وہ ان کی ادھیڑ عمر کی اولاد تھی تبھی انھوں نے اس کا نام 'خوش بخت' رکھا تھا سب اسے خوشی کہتے تھے مگر بابا اپنی ضد پر قائم

تھے۔اس کے لاکھ چڑنے پر بھی وہ اسے خوش بخت ہی کہتے تھے اور اپنی بات سے ایک انچ بھی نہ ہلے تھے جس پر اسے ہی ہار ماننا پڑی بابا اس کے جگری دوست تھے۔

اس کے مشغلوں میں ناولز پڑھنا، میوزک سننا، پاستا بنانا اور بابا کے ساتھ چہل قدمی کرنا شامل تھا جو امی کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا مگر بابا "بچی" کہہ کر ہمیشہ اسے بچا لیتے۔

وہ مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتے تھے بابا سرکاری سکول ٹیچر رہ چکے تھے جو اب پینشن اور دو دکانوں کے کرائے سے گھر چلاتے تھے۔وہ اپنے والدین کے ساتھ اس چھوٹی سی دنیا میں بہت خوش تھی مگر اب اس میں ہلچل مچ چکی تھی۔

اسے اس لڑکے میں اپنے ناولز کا روڈ ہیرو دکھائی دینے لگا تھا اسی لیے ناولز کی ہیروئنز کی طرح لاتعداد بار وہ اس کے گھر کی گھنٹی بجا کر بھاگ آتی تھی اور پھر اپنے گھر کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر اسے باہر غصے سے نکلتا دیکھ کر ہنستی رہتی۔

وہ اب اس سے ملنے کے بہانے ڈھونڈنے لگی تھی۔

رات یہی سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

"خوش بخت ____________"

اسے دور سے بابا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھی کچھ پل تو اسے سمجھ نہ آیا پھر یک دم اٹھ کر دروازہ کھولا جہاں عالم صاحب دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹے اسے طنزیہ نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

"اوہ بزرگو! کیوں صبح صبح محلے والوں کے ناک میں دم کر رہے ہیں؟"

اس نے جمائیاں لیتے ان سے پوچھا۔

"ملکہ عالیہ! اگر آپ کو یاد ہو تو آج ہم نے مارننگ واک کے لیے جانا ہے میں فجر کی نماز ادا کرنے مسجد جا رہا ہوں آپ بھی جلدی سے وضو کریں میری واپسی پر مجھے گھر کے گیٹ پر ملیں۔"

وہ ایک ہی سانس میں بات پوری کرتے وہاں سے نکل گئے۔

"لو جی ملکہ عالیہ مجھے کہہ رہے ہیں اور حکم خود سنا گئے ہیں، واہ جی واہ۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی جلدی سے واش روم میں جا گھسی۔

اس کا دل تو نہیں تھا جانے کا مگر اپنے واحد ووٹ کو وہ ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتی تھی جو ہر الٹی سیدھی بات میں اس کی ڈھال بن جاتے تھے تبھی وہ جھٹ پٹ سب کام کرتی گیٹ پر آن کھڑی ہوئی رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے وہیں اس کی آنکھ لگ گئی۔

وہ گیٹ پر سر رکھے ہوئے ہی اپنی نیند پوری کر رہی تھی جب ٹریک سوٹ میں ملبوس ایک نوجوان اسے دیکھتے ایک لمحے کو رکا تھا اس کی آنکھوں میں حیرت در آئی جس کو وہ اگلے ہی پل چھپاتا آگے بڑھ گیا اس نے پہلی بار کسی کو ایسے سوتے دیکھا تھا حیرت بجا تھی۔

"خوش بخت" ______

عالم صاحب نے اس کے کان کے پاس چہرہ لے جا کر زور سے پکارا جس پر وہ یک دم "چور، چور" چلاتی ان سے لپٹ گئی۔

"ملکہ عالیہ اب آپ حد سے بڑھ رہی ہیں پہلے بزرگوار اب چور بنا ڈالا، توبہ توبہ گندی اولاد نہ مزا نہ سواد۔"

انھوں نے اسے بری طرح گھورا۔

"واہ بھئی واہ! الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

یہ کیا تھا پھر______؟

ابھی میرا ہارٹ فیل ہو جانا تھا۔"

اس نے دل پر ہاتھ رکھتے ان کی حرکت کی طرف توجہ دلائی تو وہ شان بے نیازی سے کندھے اچکاتے آگے بڑھ گئے۔

"آپ_____اور اتنے کمزور دل کی ہو ہی نہیں سکتیں۔

آپ تو وہ ہیں جو دوسروں کے چھکے چھڑا دیں ملکہ عالیہ۔"

وہ اس پر طنز کرنا نہ بھولے۔

"ہاں جی___میں تو بہت بڑے دل کی ہوں جو اپنے ماں باپ کو پال رہی ہوں حالانکہ

انھیں مجھے پالنا چاہیے۔

ہائے اور بامیری نکیاں نکیاں چاواں"____

وہ دکھی محبوبہ کی طرح سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"اگر آپ کو کسی فلم میں ہیروئن کاسٹ کر لیا جائے تو وہ بری طرح فلاپ ہو۔"

انھوں نے اس کی اوور ایکٹنگ پر چوٹ کرتے ہوئے اپنا بدلہ اتارا۔

"چلیں مجھے ہیروئن کا کردار تو ملتا مگر آپ کو گریٹ گریٹ______گرینڈ فادر کا

رول ملتا۔"

اس کی بات پر وہ جلتے کڑھتے گلشن اقبال پارک میں داخل ہو گئے۔

وہ دونوں آگے پیچھے دوڑ رہے تھے جب خوش بخت کی ایک درخت کے نیچے بیٹھے اسی روڈ ہیرو پر نظر پڑی جو بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس پانی پی رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی خوشی کی تو باچھیں کھل گئیں اسے نہیں معلوم تھا اس کی دلی مرادیں پوری ہو جائے گی۔

اس نے ترچھی نگاہ سے بابا کو دیکھا جو سیدھے دوڑ رہے تھے وہ جلدی سے کھسک کر اس لڑکے کے پاس آئی جو ہنوز پانی پینے میں مشغول تھا پھر وہ بوتل کا ڈھکن بند کرتے گہری سوچوں میں گم ہو گیا۔

خوش بخت کو سمجھ نہ آیا اسے کیسے مخاطب کرے؟ یہ جھجک اسے پہلی بار ہی کسی سے محسوس ہوئی تھی شاید اس شخص کے تاثرات دیکھ کر ایسا ہوا تھا۔

"کس کا ہے یہ تم کو انتظار میں ہوں نا

دیکھ لو ادھر تو ایک بار میں ہوں نا" ______

وہ ہلکا ہلکا گنگنانے لگی تبھی وہ نوجوان چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا لیکن خوش بخت کی بد بختی کہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دوسری طرف سے متوجہ کیا گیا۔

عالم صاحب اسے کڑے تیوروں سے گھور رہے تھے اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

"اچھا جی بوڑھے باپ کو چکمہ دے کر یہاں شریف نوجوانوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی جا رہی ہے۔"

ان کی بات پر وہ یک دم غصے میں آ گئی۔

"وہ شریف تو میں کیا آوارہ ہوں جو لوگوں کے لڑکوں پر نگاہیں جمائے رکھتی ہوں۔ وہ ایسا بھی کوئی کرس ہیمس ورتھ نہیں ہے، ہونہہ۔"

اس نے لہجے کو حتی الامکان سنجیدہ رکھنے کی کوشش کی۔

"خیر ______ اس سے تو زیادہ ہی گھبرو جوان ہے تبھی تو تم دوپہر کو چوری چھپے اس کے گھر کی گھنٹیاں بجا کر بھاگ آتی ہو یہ آوارہ گردی نہیں تو پھر کیا ہے؟؟؟؟

اس بوڑھے کے صرف بال سفید ہوئے ہیں ورنہ دماغ تو اسی طرح دوڑتا ہے جیسے جوانی میں تھا۔"

وہ اسے ہکا بکا چھوڑ کر آگے نکل گئے۔

اس نے مڑ کر دیکھا تو درخت کے نیچے بھی کوئی نہیں تھا۔

"جاہل عورت ہزار بار منع کیا ہے مجھے صبح صبح اپنی یہ منحوس شکل نہ دکھایا کر، دفع ہو جا یہاں سے ______"

وہ زور سے چلائے تھے اور ساتھ میں اس کی ماں کی طرف گلاس اچھالا تھا جو وہیں چکنا چور ہوتا ان کے پاؤں زخمی کر گیا اور ان کی چیخیں گونج اٹھیں۔

وہ جھٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

اس کا پورا چہرہ پسینے سے شرابور تھا کچھ وقت لگا تھا اسے حواس بحال کرنے میں، یہ خواب شاید ساری زندگی اس کا پیچھا نہیں چھوڑنے والے۔

وقت دیکھا تو صبح کے چار بجے تھے۔

اس نے گلاس میں پانی انڈیلا اور ایک ہی سانس میں غٹا غٹ پی کر بیڈ سے اترا۔ صبح ہی صبح حویلی میں چہل پہل شروع ہو جاتی تھی آج تو ویسے بھی خاص دن تھا مگر اس کا دل اندر سے خالی تھا۔اس کا باپ قتل ہوا تھا لیکن وہ اور اس کی ماں کے علاوہ سب دھاڑیں مار مار کر روئے تھے۔

وہ دونوں کچھ بھی محسوس نہیں کر پا رہے تھے۔

وہ جلدی جلدی تیار ہوتا سفید شلوار قمیض میں ملبوس نیچے اترا تھا جہاں سب ڈائنگ ٹیبل پر جمع تھے وہ سب کو سلام کرتا دادا سائیں اور دادی سے جھک کر ملا اور ناشتے میں مصروف ہو گیا۔اس نے اپنی ماں سمیت باقی سب کو نظر انداز کر دیا تھا۔ہمیشہ سے یہی تو ہوتا تھا اس کا

دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا رہتا تھا جس سے بعض اوقات اسے اپنے ارد گرد کا بھی ہوش نہ رہتا۔

"میرا شیر بچہ تم فکر نہیں کرو آج میں اس بجرانی کی اینٹ سے اینٹ بجادے گا۔"

وہ ثمامہ کو دلاسہ دینے لگے لیکن اس کو سوچوں میں مگن پا کر لب بھینچ گئے جانے وہ کب ٹھیک ہو گا؟

باقی سب بھی یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے مگر وہ ان سے بے نیاز ناشتے میں مصروف تھا، اس کی ماں بے اختیار سر جھکا گئی۔

پنچایت آٹھ بجے لگنی تھی تبھی سب لوگ پانچ منٹ پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ پنچایت کے سربراہ نے معاملہ سلجھانے کی کوشش کی مگر سلیم سومرو بضد تھا۔

"ہمیں پیسہ نہیں بلکہ تمہارا پوتا چاہیے جس نے اتنی سفاکی سے قتل کیا ہے میرے بیٹے کو____"

سلیم سومرو گرجے تھے جس سے پورے جرگے میں سکوت چھا گیا۔

"وہ تو نہیں ملے گا تمہیں جتنا مرضی زور لگا لو، تم یہ کیوں نہیں مان لیتے کہ تمہارے بیٹے نے بھی میرے بیٹے کا قتل کیا تھا اب اس کا بدلہ پورا ہو گیا۔"

صادق بجرانی نے تمسخرانہ لہجہ اختیار کیا۔

"اس کا کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟

آج پندرہ سال بعد بھی تم بے پر کی اڑا رہے ہو جبکہ تمہاری اس بات سے ابھی یہ ثابت ہو گیا ہے کہ تمہارا پوتا قاتل ہے۔

اگر اپنا پوتا نہیں دو گے تو ہمیں زن چاہیے۔"

سلیم سومرو نے ان کے مطمئن انداز پر دانت کچکچائے۔

"ایسا ہر گز نہیں ہو گا مال چاہیے تو لو ورنہ جاؤ جو کرنا ہے کرو ہم ڈرتے نہیں ہیں تم سے۔"

صالح بجرانی کے ساتھ ساتھ ان کے دونوں چھوٹے بھائی بھی 'زن' کا سنتے ہی غصے میں آ گئے انھیں اپنی بچیوں سے بے انتہا پیار تھا۔

"سائیں ____ ماحول خراب کرنے کی بجائے معاملے کا حل نکالیں، یہ روایت سالوں سے چلی آ رہی ہے صرف اس لیے تا کہ یہاں خون کی ندیاں نہ بہہ جائیں آپ پر لازم ہے یہ شرط پوری کرنا ورنہ خون کا بدلہ خون ہو گا۔"

ایک بزرگ نے صالح بجرانی کو ٹوکا۔

"بس بچے ذرا جذباتی ہو رہے ہیں، میں انھیں سمجھا لوں گا آپ بس شام کو نکاح رکھ لیں۔"

ان کے پر سکون انداز پر جہاں ان کے بیٹے کھٹکے تھے وہیں سلیم سومرو نے بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھا تھا البتہ جس کے باپ کے قتل اور نکاح کی بات ہو رہی تھی وہ چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے وہاں ہو کر بھی دماغی طور پر موجود نہیں تھا۔

"لیکن بابا"_____

انھوں نے کڑے تیوروں سے اپنے بیٹوں کو گھورا جو وہیں چپ سادھ گئے۔

"ٹھیک ہے سائیں، یہ پنچایت شام تک کے لیے برخاست کی جاتی ہے۔"

سرپنچ نے فیصلہ سنایا اور سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ثمامہ بھی غائب دماغی سے گاڑی میں جا بیٹھا۔

"باباسائیں! آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟

وریشہ ان درندوں کے بیچ کیسے رہے گی؟"

یوسف بجرانی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"وریشہ کیوں جائے گی یوسف______؟؟؟

ونی تو وہی ہو گی جس کے باپ کے لیے یہ قتل ہوا ہے۔"

ان کی بات پر وہ تینوں دم بخود رہ گئے۔

"کیا______؟؟؟

نہیں باباسائیں وہ لاڈوں میں پلی ہے آپ جانتے ہیں وہ مجھے کتنی عزیز ہے آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں؟"

شیراز بجرانی تڑپ اٹھے۔

"ہم اسے کسی صورت ونی نہیں کریں گے باباسائیں پھر تو آپ وریشہ کو ہی بھیج دیں۔"

یوسف بجرانی بھی بول پڑے۔

"باباسائیں! اگر آپ ثمامہ کی سادگی دیکھ کر یہ سب کر رہے ہیں تو وہ بھلے ہی ظلم نہ کرے ہماری بچی پر مگر سومرو خاندان______آپ ان کی سفاکی سے اچھی طرح واقف ہیں پھر بھی"______

صالح بجرانی نے بھی انھیں سمجھانے کی اپنے تئیں کوشش کی مگر بے سود۔

"تم لوگ وہ نہیں دیکھ رہے جو میں دیکھ رہا ہوں اس خاندان کا غرور میری لاڈلی ہی توڑے گی اور مجھے یہ فیصلہ کرنے سے جو بھی روکے گا وہ پھر مر گیا میرے لیے۔"

وہ اپنی چادر جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ پیچھے ان کے بیٹے بس ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے کیونکہ ان کے فیصلے اٹل ہوتے تھے۔

جب سے صفوان نے قتل کیا تھا تب سے سب خواتین سہمی ہوئیں تھیں اور آج تو فیصلہ ہونا تھا وہ ممکنہ خطرات سے آگاہ تھیں تبھی دعاؤں میں لگیں تھیں۔

چپ چاپ صوفے پر بیٹھی انوشے نے وریشہ کو دیکھا جس نے رو رو کر آنکھیں سوجا لیں تھیں اسے بے اختیار اس کا منی سی لڑکی پر ترس آیا جو اپنے بھائی کے لیے فکر مند تھی، پریشان تو وہ سب ہی تھیں مگر اس کی بات الگ تھی۔انوشے کو لگا اگر وہ مزید اسی پریشانی میں مبتلا رہی تو اسے ڈپریشن کا اٹیک آجائے گا تبھی وہ بے اختیار چلائی:

"وریشہ چھپکلی"_______

اسی کے ساتھ رونا بھول کر سب کی چیخیں گونجنے لگیں، ڈیرے سے لڑکے بھی ہنگامہ برپا ہونے پر اندر بھاگے آئے۔

سلیم بجرانی ان کے جوشیلے انداز کی وجہ سے سب لڑکوں کو گھر ہی چھوڑ گئے تھے۔

"کیا مصیبت آگئی ہے؟

ہم پہلے ہی پریشان ہیں جانے کیا فیصلہ ہوا ہوگا اور یہاں تم لوگوں کی مستیاں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔"

سہراب انھیں اچھل کود کرتے دیکھ کر چلایا تو وہ یک دم سہم کر بیٹھ گئیں۔

"کیا ہو گیا ہے سہراب بچے؟

بچیاں ہیں کب سے رو رہی ہیں اور اوپر سے تم بھی شروع ہو جاؤ۔"

بڑی چچی (سہراب کی ماں) نے اسے ڈپٹا تو وہ ایک نظر سسکتی ہوئی وریشہ پر ڈالتا ضبط سے لب بھینچے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

سجاول اور شیر دل بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔

"ہونہہ چوبیس گھنٹے یہ تو مرچیں چبائے رکھتے ہیں کبھی جو سیدھے منہ بات کر لیں۔"

دیبا اور نیہاں کی کھسر پھسر پر انوشے نے انھیں گھورا کیونکہ وریشہ بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"ہم تو کالج کی بات کر رہے تھے کیوں نیہو؟"

دیبانے نیہاں کوٹہوکا دیا جو ہڑبڑی میں اثبات میں سر ہلا گئی۔

انوشے نے تاسف سے انھیں دیکھا۔

ایسا تو ممکن ہی نہیں تھا دونوں ایک دوسرے کے خلاف بات کریں تبھی تو نیہاں اپنے بھائی

کی برائی پر بھی غور نہ کر پائی۔

باہر گاڑیاں رکنے کی آوازیں آئیں تو سب باہر کی طرف لپکے دادا سائیں نے گاڑی سے

اترتے ہی سہراب کو مولوی لانے کا حکم دیا اور خود انوشے کی طرف بڑھ گئے سب اچھنبے

سے انھیں دیکھتے رہ گئے ان کے بیٹوں میں تو ہمت نہیں تھی کچھ پوچھنے کی۔

صادق بجرانی انوشے کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئے۔

"کیا ہوا ہے میرے بچے کا پیچھا تو چھوڑ دیں گے وہ؟ بتائیں نا" ______

یوسف بجرانی کی بیوی نے ان کے بازو کو تھام کر پوچھا باقی سب کی امید بھری نگاہیں بھی

ان پر جمی تھیں مگر وہ تینوں سر جھکائے کھڑے تھے۔

"بولتے کیوں نہیں ہیں آپ چاچا سائیں۔"

وہاں آتے سہراب نے پوچھا۔

"انھوں نے ونی کا کہا ہے۔"

صالح بجرانی نے ہی ہمت کر کے جواب دیا۔

وہ سب بھونچکارہ گئے جبکہ وریشہ سہم گئی تھی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ____ آپ میری بچی کو کیسے دان کر سکتے ہیں سوچیے گا بھی مت ____ کتنے سفاک ہیں وہ لوگ آپ اچھی طرح جانتے ہیں پھر بھی ______۔"

ان کی بیوی وریشہ کو ساتھ لگائے چیخیں، سب ہی رونے لگے تھے۔

"یہی تو دکھ ہے ______ وریشہ ونی نہیں ہوگی بلکہ " ______

یوسف بجرانی کی آواز بھرا گئی۔

"بلکہ ______ بتائیں چاچا سائیں۔"

سجاول نے عجلت میں پوچھا، سب دم سادھے انھیں دیکھ رہے تھے۔

"باباسائیں نے فیصلہ کیا ہے کہ انو کو ونی کیا جائے گا۔"

شیراز بجرانی یہ کہتے پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔

ان کی بات پر سب کی ہی چیخیں نکل گئیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے باباسائیں تو بہت پیار کرتے ہیں اس سے پھر اس کو ونی کرنا" ______

بڑی چچی بولیں۔

"بالکل! آپ نے منع کیوں نہیں کیا انھیں ہماری کوئی بھی بچی وہاں نہیں جائے گی۔"

چھوٹی چچی تڑپ اٹھیں۔

وہ اچھی طرح جانتیں تھیں شیر از بجرانی کو وہ اپنے بچوں سے بڑھ کر عزیز تھی بلکہ سب کو ہی عزیز تھی۔اس کا کوئل کی طرح حویلی میں چہکتے پھرنا بہت بھلا لگتا تھا مگر اب اس کو یوں ان درندوں کے حوالے کر دینا انھیں کسی صورت منظور نہیں تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ دادا سائیں کے کمرے کی طرف بڑھتے تبھی بند دروازہ کھلا تھا اور انوشے باہر آئی۔اس نے سب کو افسردہ دیکھا تو یک دم اپنے چہرے پر ہشاش بشاش تاثرات لے آئی۔

"وریشے جانم ______ تمہارا اور سہراب ادا کا نکاح ہے کتنا مزا آئے گا۔"

وہ جھٹ سے اپنی دوست کے گلے لگی تھی جو زور زور سے رونے لگی۔

"تم کیوں قربانی دو گی؟؟؟؟

قتل میرے بھائی نے کیا ہے تو اس رسم کی بھینٹ بھی مجھے ہی چڑھنا چاہیے تمھیں نہیں۔"

وریشہ نے اسے جھنجھوڑا جو نم آنکھوں سے مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"قتل تو میری وجہ سے ہی ہوا ہے ناوریشے اور تم بے فکر رہو میں ہی تو چاہتی تھی مجھے موقع ملے اپنے والدین کے قتل کا بدلہ لینے کا تو وہ وقت آگیا ہے میں پتا لگاؤں ان کی موت کیسے ہوئی تھی؟ صفوان کو کچھ بھی پتا نہیں چلنا چاہیے وریشے تمھیں میری قسم ہے ورنہ وہ لوگ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے تم سمجھ رہی ہو نا۔"

وہ وریشہ کے جذباتی پن سے اچھی طرح واقف تھی تبھی اسے دھیرے دھیرے سمجھانے لگی۔

"میری دھی تم منع کرو نا اپنے دادا سائیں کو وہ یہ سب نہ کریں۔"

بڑی چچی نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے کہا۔

"چاچی ____ وہ مزید خون خرابہ نہ ہو تبھی ایسا کر رہے ہیں۔ آپ سب تو حالات کو سمجھتے ہیں نا" ______

اس نے ایک نظر سب پر ڈالی جو منہ لٹکائے کھڑے تھے۔

اسے دادا سائیں کی سمجھائی گئی سب باتیں اچھی طرح سمجھ آ گئیں تھیں اسے یہ سب لوگ بہت عزیز تھے جنھوں نے خود سے بڑھ کر ہمیشہ اسے اول جانا تھا تو وہ اب کیوں پیچھے ہٹتی؟ اسے اپنے ماں باپ کی موت کا راز جاننا تھا اس رات آخر ہوا کیا تھا؟

"آپ سب لوگ یہی چاہتے ہیں نا کہ میں نکاح نہ دیکھ پاؤں سہراب ادا اور وریشہ کا؟"

اس کے تیکھے لہجے پر سب بوکھلا گئے۔

"ارے نہیں میڈی دھی! تم ایسے کیوں بولتی ہو؟"

بڑی چاچی نے اسے ہلکی سی چپت لگائی۔

"تو پھر جلدی کریں، شادی پر تو میں نہیں ہوں گی مگر نکاح تو دیکھ کر جاؤں گی۔"

اس کے کھوکھلی ہنسی ہنسنے پر سب لب بھینچ گئے۔

دادا سائیں کے باہر آنے پر سب خاموش ہو گئے۔ انھوں نے نکاح کے تمام انتظامات کرنے کا کہا وہ چاہتے تھے جب صفوان کی بہن کا پوچھا جائے تو وہ کہہ سکیں وہ نکاح شدہ ہے۔

نکاح تو ہو رہا تھا مگر سب زندہ لاش بنے ہوئے تھے واحد انوشے تھی جو کھلکھلا رہی تھی۔

سب جانتے تھے یہ سب ڈھونگ ہے وہ چاہ کر بھی سب روک نہیں سکتے تھے۔ کاش!

صفوان ہوتا یہاں تو حالات مختلف ہوتے مگر پھر شاید وہ زندہ نہ بچ پاتا۔

یہ ایک سندھی گوٹھ کا منظر تھا جہاں سومرو اور بجرانی خاندان اپنی حاکمیت جمانے کے لیے سالوں سے لڑتے آرہے تھے۔ اس جنگ میں وہ لوگ بے شمار جانیں قربان کر چکے تھے مگر پھر بھی سمجھنے کو تیار نہیں تھے۔

بجرانی خاندان کچھ نرم پڑ بھی جاتا مگر سومرو خاندان کے لیے یہ سب ختم کرنا آسان نہیں تھا۔

صادق بجرانی ایک اصولوں کے پکے شخص تھے اور اپنی روایات کی پاسداری کے لیے جان داؤ پر لگانے کو بھی تیار تھے۔ ان کی بیوی نہایت ملنسار خاتون تھیں۔

ان کے چار بیٹے بڑا بیٹا مہران، پھر صالح، یوسف اور شیراز تھے۔ انھوں نے بیٹوں کی اس طرح تربیت کی تھی کہ وہ چاروں ایک دوسرے سے بے لوث محبت کرتے تھے۔ چھوٹے بھائی مہران کو باپ کا درجہ دیتے تھے اور ہر بات پر ان سے مشورہ کرتے۔

ان کی شادیوں کے بعد بھی ان کی محبت میں کمی نہیں آئی تھی۔مہران کی شادی کے دس سال بعد بھی ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی جبکہ صالح کے دو بچے تھے چھ سالہ سہراب اور تین سالہ سجاول۔

یوسف کے دو بچے تھے چار سالہ صفوان اور دو سالہ مہرینہ۔شیراز کے ہاں ایک بیٹا تھا ایک سالہ شیر دل۔

مہران کو سب بچوں سے ہی لگاؤ تھا مگر صفوان ان کے جگر کا ٹکڑا تھا۔وہ سب بچوں کے بابا سائیں بن گئے تھے اور یہ کہنا صفوان نے شروع کیا۔چار سال مزید گزرے جب مہران کو زندگی کی سب سے بڑی خوشخبری ملی وہ تھی باپ بننے کی۔ان کے ہاں ایک سنہری گڑیا نے جنم لیا جس کا نام انھوں نے انوشے رکھا تھا۔مہران اسے گود میں اٹھائے بے ساختہ رو پڑے اور سب کی آنکھیں نم کر گئے۔وہ گھر بھر کی لاڈلی تھی سب اسے اٹھائے اٹھائے گھومتے۔اس کے بعد صالح کے ہاں نیہاں، یوسف کے ہاں وریشہ اور شیراز کے ہاں دیبا پیدا ہوئی مگر انوشے کی اہمیت کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتی گئی۔

پھر وہ دن بھی آیا جب ان کی زندگیاں طوفان کی زد میں آئیں۔ مہران اور ان کی بیوی قریبی گوٹھ میں کسی فوتگی سے واپسی پر جان لیوا حادثے کا شکار ہو گئے، چھ سالہ انوشے دادا سے چپکی رہی تبھی وہ اسے گھر چھوڑ گئے تھے۔

بجرانی خاندان کو یہی سننے کو ملا کہ سلیم سومرو کے بڑے صاحبزادے نے قتل کیا ہے انھیں مگر وہ ثبوت ڈھونڈھنے میں ناکام رہے جس کی وجہ سے وہ پنچایت بٹھا پاتے۔

بیٹے اور بہو کے غم میں صادق بجرانی کی اہلیہ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ چچاؤں اور ان کی بیویوں نے انوشے کو بے انتہا پیار دیا تبھی وہ زندگی سے بھرپور لڑکی تھی ہر وقت ہنسنا کھیلنا اس کی سرشت میں شامل ہو گیا۔

دوست تو اس کے سب کزن ہی تھے مگر صفوان اور اس کی گاڑھی چھنتی تھی۔ یہی سب دیکھتے ہوئے مہرینہ کی شادی پر ہی سب کی منگنی کر دی گئی۔ انوشے اور صفوان، سہراب اور وریشہ، سجاول اور دیبا، نیہاں اور شیر دل وہ سب ہی اس پر دل سے راضی تھے کیونکہ ان پر زبردستی فیصلہ تھوپنے کی بجائے مرضی پوچھی گئی تھی۔

مہرینہ کی شادی اپنے رشتہ داروں کے ہاں ہوئی تھی۔

صفوان منگنی کے بعد دبئی ٹیکسٹائل پڑھنے چلا گیا تھا مگر وہ اور انوشے ایک دوسرے سے ہر پل باخبر رہتے تھے۔ صفوان جانتا تھا انوا اپنے والدین کو بہت یاد کرتی ہے، یاد تو وہ بھی کرتا تھا اسے ان کے خون سے لے پت چہرے بھولتے نہیں تھے۔

"توبہ توبہ! کیا دور آ گیا ہے____ ہمارے زمانے میں تو ایسا نہیں ہوتا تھا۔"

عالم صاحب نے استغفار کرتے گیٹ کھولا۔

"آپ کے زمانے میں تو ویسے بھی کچھ نہیں ہوتا تھا۔"

خوشی بڑبڑائی۔

"کیا کہا_____؟؟؟"

وہ آگے جاتے جاتے کڑے تیور لیے پلٹے۔

"میں___میں کہہ رہی تھی کہ میں نے کونسا اس کو شادی کی آفر کر دی تھی جو آپ کی لعن طعن ہی ختم نہیں ہو رہی۔"

اس نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا۔

اس کی بات پر ان کا زبردست قہقہہ گونجا۔

"یہ بھی خوب کہی، خوش بخت صاحبہ اس کے دل میں بھی شادی کو لے کر کچھ ارمان ہوں گے وہ بھی بہترین انسان کا ساتھ چاہتا ہو گا۔"

انھوں نے زبردستی ہنسی پر قابو پا کر کہا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا اس بات سے؟؟؟

اتنی گئی گزری نظر آتی ہوں میں آپ کو؟

بہترین انسان______ تو میں کیا جانور ہوں؟"

اس نے سیاہ بالوں والی پونی کو غصے سے جھٹکا اس کا سفید رنگ غصے سے لال پڑ گیا تھا۔

وہ اپنی ماں کی طرح پکی پنجابن دکھائی دیتی تھی آخر کو خوش خوراک جو تھی۔ پانچ فٹ دو انچ قد، سرخ و سفید رنگت اور اوور ویٹ تو ہمیشہ سے رہتی تھی تبھی اس کا وزن ساٹھ کلو ہو گیا تھا اور عالم صاحب واک کے لیے لے جانے لگے۔ وہ سستی بھی بہت کرتی تھی۔

"اب یہ تو آپ خود اپنے آپ کو ایسا کہہ رہی ہیں میں تو کچھ نہیں کہا۔"

انھوں نے مسکراہٹ دبا کر کندھے اچکائے۔

"ابا آپ میرے ساتھ ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں میں تو آپ کی سگی اولاد ہی نہیں ہوں نا تبھی تو______ بھلا اتنی سی میں ہوں اور میرے اتنے بوڑھے اماں ابا"______

ہمیشہ کی طرح جذباتی بلیک میلنگ شروع ہو چکی تھی۔

خود کو 'اتنا بوڑھا' کہا جانے پر اس سے پہلے کہ وہ جوابی کارروائی کرتے تبھی دم دار قسم کی آواز گونجی۔

"ناشتہ ایتھے ای لادیاں ہن؟

خدادی پناہ صبح سویر دے تسی باپ دھی مٹر گشت کردے پھر دے او ہن گیراج وچ کونسی مجلس لائی ہوئی اے؟"

)اب ناشتہ یہیں لادوں۔

خدا کی پناہ صبح سویرے سے دونوں باپ بیٹی مٹر گشت کرتے پھر رہے ہیں۔اب گیراج میں کونسی مجلس لگائی ہوئی ہے(

اس آواز پر وہ دونوں اچھل پڑے کیونکہ ایک یہی ہستی تھیں جو ان کی بولتی بند کروا سکتیں تھیں۔

"لو جی ہور دسو ______ پتر جی چھیتی چھیتی نال چلو ورنہ بی بی سی پنجابی نے یہیں نشریات شروع کر دینی ہے۔"

انھوں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے اندر کی طرف قدم بڑھائے تو خوش بخت بھی ان کی تقلید میں چل پڑی۔

"ہائے کیا تھا جو میرے والدین بھی مجھ جیسے سمارٹ اور ذہین نوجوان کے لیے ایک باوقار سی پڑھی لکھی دوشیزہ لے آتے مگر نہیں اماں کو تو اپنی گوری چٹی میٹرک پاس جٹ بھتیجی ہی ملی تھی مجھ غریب کے لیے۔ساری زندگی گزر گئی گھر میں بھی اور باہر بھی استادی کرتے کرتے لیکن چھوٹے چھوٹے بچے سیکھ گئے مجال ہے جو اس عورت کو سمجھ آئی ہو۔"

ان کی دکھ بھری کہانی شروع ہو چکی تھی جو وہ انتہائی بے زاری سے سننے پر مجبور تھی۔

"بس ہور کج نئیں لبھنا تو انوں میرے پچھے پے جایا کرو کدی اپنی کڑی نووی سمجھالیا کرو ہر ویلے کھان نوں لبھدی پھردی اے پر پکان دی کی لوڑ اے ماں ہیگی اے نوکرانی۔"

)بس اور کچھ نہ ملے آپ کو تو میرے پیچھے پڑ جایا کریں۔ کبھی اپنی بیٹی کو بھی سمجھالیا کریں ہر وقت کچھ کھانے کو ڈھونڈتی رہتی ہے لیکن پکانے کی کیا ضرورت ہے ماں ہے نا نوکرانی(

وہ غصے میں کچن سے باہر نکل کر اپنی توپوں کا رخ خوشی کی طرف کر گئیں۔

"اوہو اماں ______ پاستا بنانا آتا تو ہے اور وہی مجھے پسند ہے۔"

خوشی نے منہ بنایا۔

"ہاں فیرا پنے کھسم نوں وی صبح شام پاستے کھلاندی رئیں۔"

)ہاں پھراپنے شوہر کو بھی صبح شام پاستہ کھلاتی رہنا(

انھوں نے اس کو گھورا۔

"تو پھر وہ بھی پاستا ہی کھالے گا نہیں کھانا ہوا تو آرڈر کرلے گا۔"

اس نے آسان حل پیش کیا۔

"ہاں روز روز باہروں لیا کہ کھایا کرے گا تو نہ بنائیں کج وی فیر ویاہ کرن دا فیدہ۔"

)ہاں روز روز باہر سے لایا کرے گا تم نہ بنانا کچھ بھی پھر اسے شادی کرنے کا کیا فائدہ ہو گا؟(

وہ دانت پیستے ہوئے بولیں۔

"اسے ایک خوبصورت بیوی ملے گی اور خود کھانا بنالیا کرے گا اگر بیوی بنا سکتی ہے تو شوہر بھی بنا سکتا ہے۔"

اس نے گردن اکڑا کر کہا۔

"بس گز بھر لمبی زبان نوں کتر کتر چلان دا پتا اے آندا اکھ وی نی۔"

انھوں نے اس کی کمر میں دھپ رسید کیا۔

"ابا"______

وہ چلائی۔

"کیا کرتی ہو ہاجرہ بیگم ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے وہ ایسا کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ بیوی ہی پکائے گی؟ شوہر بھی تو پکا سکتا ہے۔"

عالم صاحب نے بیٹی کی طرف داری کی۔

"تواڈے لاڈ پیار نے ای اس دا دماغ خراب کیتا اے اور تسی تو کدی میرے لئی کھانے نی پکائے؟"

ان کے بروقت جوابی کارروائی کرنے پر وہ گڑبڑا گئے۔

"میں تو"______

وہ مدد طلب نظروں سے خوش بخت کو دیکھنے لگے۔

"اماں____میری پیاری اماں______

ابا کو آپ کے ہاتھ کا ذائقہ پسند ہی اتنا ہے کہ وہ رہ نہیں پاتے۔ آپ تو ماسٹر شیف ہیں جب آپ کو آتا ہے بنانا تو انھیں کیا ضرورت ہے بدذائقہ کھانا بنانے کی؟ شوہر اور بیوی میں سے

کسی کو تو آنا چاہیے نا"______

عالم صاحب نے ماں کے کندھے سے لٹکی خوشی کو گھورا۔

"چل جا پراں ہر ویلے باندر دی تراں لمک جاندی اے۔"

(جاؤ یہاں سے ہر وقت بندری کی طرح لٹکی رہتی ہو)

وہ مسکراہٹ چھپاتی ہوئیں کچن کی طرف بڑھ گئیں تو وہ دونوں باپ بیٹی بھی مسکرا دیے۔

جب سے پنچایت سے لوٹے تھے وہ فارم ہاؤس پر تھا اور مسلسل بال اچھال رہا تھا۔

وہ احساسات سے عاری کیوں تھا؟

وہ محسوس کرنا چاہ رہا تھا سب مگر نہیں کر پایا۔

جانے کیا ہونے والا تھا وہ کیسے نبھائے گا نیا رشتہ؟ اسے تو لوگوں سے خوف محسوس ہوتا تھا۔

لیکن______

وہ تو ونی ہو گی نا______

تو وہ گھر کے لوگوں کی زمہ داری ہو گی اس کی نہیں

یہ بات اسے پر سکون کر گئی تھی شاید پہلی بار آج وہ کسی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا

تبھی خیال جھٹک گیا۔اسے یہاں بیٹھے چار گھنٹے گزر گئے تھے شام ہو رہی تھی اسے فون پر فون آ رہے تھے۔اسے جانا تھا تبھی بال پھینکتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

حویلی پہنچتے ہی سلیم سومرو نے اسے تیار ہونے کا کہا وہ اس کی بے دلی اچھی طرح محسوس کر رہے تھے۔وہ تو کسی بھی چیز میں دلچسپی نہیں لیتا تھا زبردستی ہی سہی مگر آج تو اس کا اہم دن تھا تو اسے تھوڑا تو ردعمل دکھانا چاہیے تھا۔

وہ سرد آہ بھر کر رہ گئے جب یاد آیا کہ وہ تو اپنے باپ کے مرنے پر بھی ایک آنسو نہیں بہا پایا۔

وہ سامنے سے ویسے ہی شلوار قمیض میں ملبوس آتا دکھائی دیا جو عموماً زیب تن کیا کرتا تھا کچھ بھی الگ سی تیاری نہیں کی تھی۔انھوں نے تھک کر اس کی ماں کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا جس نے باہر آنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

وہ سب آگے پیچھے گاڑیوں میں پنچایت میں پہنچے تھے جہاں پہلے سے جم غفیر تھا۔

صادق بجرانی بھی اپنے خاندان کے ساتھ موجود تھے۔

سلیم سومرو نے استہزائیہ ہنس کر ان سب کے مرجھائے ہوئے چہرے دیکھے۔

"سائیں! بچی کو لائیں نکاح شروع کرتے ہیں۔"

ایک سردار نے صادق بجرانی کو کہا تو انھوں نے سہراب کو اشارہ کیا جو مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔

ان کے اشارے پر وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور چادر میں لپٹی انوشے کو باہر نکال لایا۔

شیراز بجرانی نے اسے اپنے بازو کے حلقے میں بٹھا لیا تا کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہے۔ان کا دل کرلا رہا تھا وہ کسی معجزے کی دعا کر رہے تھے مگر قسمت میں جو لکھا تھا اس کو کون ٹال سکتا تھا؟

سومرو خاندان کی نگاہیں ثمامہ پر جمی تھیں جس نے سرسری سی نگاہ بھی ان پر ڈالنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

نکاح خواں نے نکاح پڑھانا شروع کیا ایجاب و قبول کا مرحلہ آیا تو سب مہران بجرانی کے نام پر ٹھٹک گئے۔

"مہران_____مہران کا بیٹی کیوں؟؟؟؟

ہم کو صفوان کا بہن چاہیے، یوسف کا بیٹی_____"

سلیم سومرو چلائے۔

"تمہیں ہمارے خاندان سے ونی چاہیے تھی تو کوئی بھی ہو تمہیں فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ یوسف کی ایک ہی بیٹی ہے اور وہ سہراب کی بیوی ہے اس لیے اس کا نام لینے سے پہلے سو بار سوچنا۔"

جواباً وہ دبی دبی لہجے میں انھیں تنبیہ کر گئے۔

"آہا____اب سمجھا میں تم نے جلدی جلدی اس کا شادی بنایا ہو گا ہم سے بچانے کے لیے مجھے تو صبح ہی سمجھ جانا چاہیے تھا تمہارا مطمئن انداز دیکھتے ہوئے۔ کیا خوب پلان کیا ہے میں مان گیا تم کو۔ جب ونی کی بات آئی تو تمہارا سب بیٹے اپنی اپنی اولاد کو چھپا گیا ہو گا پھر تم کو یہ یتیم پوتی نظر آئی ہو گی۔ تم نے سوچا ہو گا یہ بھی پار لگ جائے گی اور تمہارا بات کا پاس بھی رہ جائے گا۔

تم اتنا بے غیرت ہو گا بجرانی ہم نے سوچا بھی نہیں تھا اپنے مرے ہوئے بیٹا کا بھی خیال نہ کیا۔ اگر یہ میرا ہوتی ہوتا تو کچھ بھی کرتا مگر اس کو سینے سے لگا کر رکھتا۔"

سلیم سومرو کا زبردست قہقہہ گونجا تھا بے عزتی اور ضبط کے احساس سے بجرانی خاندان کے چہرے سرخ پڑ گئے۔

انوشے خود پر قابو پانے کے باوجود سسک پڑی تھی شیراز بجرانی نے اسے خود میں بھینچ لیا۔

ثمامہ نے ذرا کی ذرا نظر اٹھائی تھی اور ایک نظر چادر میں لپٹی لڑکی پر ڈال کر جھکا لی۔

"بھاڑ میں جاؤ تم لوگ ہم کسی کو بھی ونی نہیں کریں گے جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لو۔"

سہراب طیش میں آتا ان کی طرف لپکا تھا جس پر کچھ لوگوں نے بمشکل قابو پایا۔

شیر دل اور سجاول بھی آپے سے باہر ہو رہے تھے۔

"بجرانی لگام ڈالو اپنے پوتوں کو ورنہ اپنے بیٹے کا قتل کا بدلہ ہم انہی سے لے لیں گے۔"

سلیم سومرو نے اشارے سے اپنے بپھرے ہوئے بیٹوں کو بٹھاتے صادق بجرانی کو للکارا۔

"ہم نے بھی کوئی چوڑیاں نہیں پہن رکھیں۔"

شیر دل چلایا۔

"بکواس بند کرو تم لوگ اپنی اور شرافت سے بیٹھو آ کر تم سب یہ اچھی طرح جانتے ہو اس کا مقصد ہی طیش دلانا ہے تاکہ معاملہ خراب ہو۔"

صادق بجرانی نے انھیں گھورا تو وہ کڑھتے ہوئے آ کر ان کے ساتھ براجمان ہو گئے۔

"دیکھیں سائیں! معاملہ سلجھ رہا ہے تو آپ اس کو بگاڑیں مت، مہربانی ہو گی آپ کی۔"

سرپنچ نے سلیم سومرو سے التجا کی جس پر وہ سر جھٹکتے سیدھے ہو بیٹھے۔

نکاح کے بعد سب رخصت ہو گئے تو وہ سب نم آنکھوں سے باری باری انوشے سے ملنے لگے۔ شیراز بجرانی کا تو دل ہی نہیں کر رہا تھا اسے چھوڑنے کو وہ بھی سسکتی ہوئی ان کے کندھے سے سر ٹکائے کھڑی رہی۔

"یہ ناٹک ختم کرو جلدی____وقت نہیں ہے ہمارے پاس۔"

سلیم سومرو نے کرخت لہجے میں کہا تو وہ سب کڑوا گھونٹ بھر کر رہ گئے۔

انوشے ڈر کر پیچھے ہوئی تو شیراز بجرانی نے اسے پھر سے تھام لیا۔

"چاچو____یہ سمجھیں میں 'جہاد' پر جا رہی ہوں دعا کیجیے گا کامیاب ہو جاؤں۔"

دل میں وہ خود بھی ڈری ہوئی تھی مگر ان کی نم آنکھوں میں دیکھتی ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

صادق بجرانی نے ان سب کو چلنے کا کہا اور جلدی سے آگے بڑھ گئے مبادہ ان کا ارادہ نہ بدل جائے، وہ یہ فیصلہ تو کر گئے تھے مگر دل ہی دل میں اپنے بیٹے سے شرمندہ تھے۔

"میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تمہارے لیے آسانیاں پیدا فرمائے، فی امان اللہ بیٹے۔"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتے یک دم پلٹے تھے اور سب تھکے ہوئے قدموں سے چل پڑے۔

"لڑکی ____ اب چلو کب تک یہیں کھڑا رہے گا؟

اب یہ حقیقت جتنا جلدی تسلیم کر لو تو اچھا ہے کہ وہ تمہیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔"

خاموش نگاہوں سے ان سب کو تکتی انوشے کو سلیم سومرو نے تنبیہہ کی تو وہ جھٹکے سے دوپٹے کا پلو چہرے پر کھینچتی ان کی طرف مڑی۔

اس کی نگاہیں ان کے برابر میں کھڑے ثمامہ سے ٹکرائیں جس نے ایک نظر اس کی لبالب آنسوؤں سے بھری آنکھوں کو دیکھتے فوراً سے سر جھکا لیا۔انوشے سمجھ گئی تھی اسی شخص سے اس کا نکاح ہوا تھا اس نے بہت بار کالج سے آتے جاتے اسے کھیتوں میں کام کرتے دیکھا تھا وہ لمبا چوڑا اور تیکھی ناک والا بارعب شخصیت کا نوجوان تھا اس کے سفید رنگ میں سرخیاں گھلی ہوئیں تھیں اور بال ہلکے گھنگریالے تھے۔اس کی سرمئی آنکھیں اس نے آج پہلی بار ہی دیکھیں تھیں جو اسے بہت گہری لگیں تھیں۔

اس نے گاؤں کی لڑکیوں سے ہمیشہ اس کی وجاہت اور دریا دلی کی تعریفیں سنی تھیں لیکن غصے سے نظر انداز کر جاتی کیونکہ وہ اس کے باپ کے قاتل کا بیٹا تھا۔

اب جس کو جہاں جانا ہے جائے اور تم لڑکی اس گاڑی میں پیچھے بیٹھو جا کر۔"

انھوں نے بیک وقت سب سے کہا اور اسی گاڑی کی طرف بڑھ گئے جس میں انوشے کو جانا تھا۔

ثمامہ نے ان کے پیچھے چلتی انوشے کی پشت کو بغور دیکھا جو سرمئی چادر میں لپٹی ہوئی تھی اور چھم سے دو آنسوؤں بھری کالی آنکھیں اس کے ذہن میں لہرائیں تو وہ سر جھٹکتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا فلحال اس کا گھر جانے کا ارادہ نہیں تھا۔

حویلی پہنچتے ہی سلیم سومرو نے اسے اندر جانے کا کہا۔ وہ ڈرتی ڈرتی دروازہ پار گئی جتنی بھی نڈر سہی مگر جیسا سلوک ونی کے ساتھ ہوتا تھا وہ اچھی طرح واقف تھی۔

اس کی چائے سے لطف اندوز ہوتے لوگوں پر نظر پڑی جو اس سے بے خبر تھے ایک صوفے پر دو ادھیڑ عمر کی خواتین موجود تھیں جبکہ چار لڑکیاں نیچے کارپٹ پر براجمان تھیں۔

ان میں سے ایک لڑکی کی ہنستے ہنستے اس پر نظر پڑی تو وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

"کون ہو تم؟؟؟؟"

وہ لڑکی اس کے پاس آئی۔

"بی بی سائیں! یہ ونی میں آئی لڑکی ہے۔"

ملازمہ نے اسے معلومات دی تو سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔انوشے کو لگا ابھی اسے تھپڑ پڑے گا مگر یہ کیا؟؟؟

وہ تین لڑکیاں اشتیاق سے اس کے گرد حصار بنائے اس کا جائزہ لینے لگیں۔

"تم بھاکی زال ہو؟

ارے واہ تم تو خوبصورت بھی ہو۔"

ایک لڑکی نے اس کے چہرے سے چادر ہٹائی۔

"ہونہہ______یہ جو نشان ہے اس کے چہرے پر یہ بھی خوبصورت ہے؟"

جو لڑکی پیچھے رہ گئی تھی وہ استہزائیہ ہنستی اس کی پیشانی پر موجود گولائی میں بنے نشان کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

وہ نشان بچپن میں سیڑھیوں سے گرنے کی وجہ سے بنا تھا دادا سائیں بتاتے تھے کوئی نوکیلی چیز لگنے سے نشان بنا تھا۔

"ادی زرناب! یہ تو بالکل چاند جیسا خوبصورت لگ رہا ہے۔"

دوسری لڑکی نے بھی تعریف کی۔

"تم آئے تو آئی ہمیں یاد_____

گلی میں آج چاند نکلا

آج اتنے_____

تیسری لہک لہک کر گانے لگی جب مرد اندر داخل ہوئے۔وہ جلدی سے دوپٹے ٹھیک کرتیں ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔

"تم لوگ اس لڑکی کو یہیں لیا کھڑا ہے کچھ کیا نہیں اس کا"_____

سلیم سومرو کی آواز پر وہ سن پڑ گئیں۔

ان کی ماؤں کو بھی سانپ سونگھ گیا۔

"کچھ نہیں ہوتا تم لوگوں سے،اے لڑکی! تم کو آج رات کھانا نہیں ملے گا۔تمہارا سزا ابھی سے شروع ہوتا ہے۔"

گھر کی خواتین بے چارگی سے اسے دیکھنے لگیں سوائے زرناب کے۔

"چلو کھانا لگاؤ اور بڑی بہو کو بھی بلاؤ۔"

ان کے حکم پر سب وہاں سے کھسک لیں۔

جو بھی کھانا کھانے کے لیے آتا اس پر ایک تنقیدی نگاہ ضرور ڈالتا جس سے وہ جز بز ہونے لگی۔ کھانے کی اشتہا انگیز خوشبوؤں سے اس کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے تھے۔

خوشی نے صبح پانچ بجے کا الارم لگایا تھا۔

الارم کے بجتے ہی اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور فجر کی نماز ادا کرتے بھاگم بھاگ اپنے والدین کے کمرے میں جا پہنچی۔ اس نے کمرے میں جھانکا تو اماں کمرے میں موجود نہیں تھیں وہ شاید پرندوں کے لیے پانی رکھنے گئیں تھیں جبکہ ابا سو رہے تھے۔

وہ دبے پاؤں بیڈ کے پاس پہنچی تھی۔

"ابا______اٹھیں نا آج واک کے لیے نہیں جانا کیا؟"

خوش بخت نے ان کا کندھا ہلایا تو وہ سوتے بنے رہے۔

"ابا_____میں اچھی طرح جانتی ہوں آپ جاگ رہے ہیں تو جلدی سے اٹھ جائیں۔"

اس نے پھر ہلایا۔

"اونہوں"______

وہ جھنجھلا کر کروٹ بدل گئے۔

"ابا"_______

اسے اب کوفت ہونے لگی۔

"میں نہیں جارہا اور نہ ہی تم جاؤ گی، رات بھر میں نئے نئے منصوبے سوچتا رہا ہوں تم پر نظر رکھنے کے اسی لیے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی اب مجھے سونا ہے۔اس لیے شرافت سے تم بھی جا کر سو جاؤ۔"

آسان الفاظ میں وہ اسے دفع ہونے کا بول رہے تھے۔

انھیں جب اس پر پیار آتا تو "آپ، جناب" سے کام لیتے اور جب بے زاری ہوتی تو "تو، تڑاخ" سے کام لیتے تبھی خوشی سمجھ جاتی تھی وہ اس کی باتوں میں نہیں آنے والے۔

"کیوں میں نے ایسا کونسا کارنامہ سرانجام دے دیا ہے جو آپ نے فکریں پال لیں؟"

اس نے کڑے تیوروں سے پوچھا۔

"کیا پتا سرانجام دے ہی دو اور میرے سر میں خاک ڈلوادو پھر میں بوڑھا کس کس کو صفائیاں دیتا پھروں گا؟ اس لیے پہلے ہی حفاظتی اقدامات کرنا ہوں گے۔"

وہ آنکھیں میچے میچے ہی بولے۔

"چلیں آپ نے یہ تو مانا کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اس لیے آپ لیٹے رہیے کہیں آپ کی ہڈیاں درد نہ کرنے لگیں۔ میں آپ کے لیے پارک سے پھول ضرور لے آؤں گی۔

بائے" ______

وہ ان کا گال کس کے چومتی بھاگ گئی انھوں نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور اٹھ بیٹھے۔

وہ دھیرے دھیرے قدم آگے بڑھا رہی تھی تا کہ وہ روڈ ہیرو دکھائی دے جائے لیکن ایسے کوئی آثار نہیں تھے۔

اس نے سوچا اب آ ہی گئی ہے تو ٹریک پر بھاگ لے۔ وہ ابھی ایک ہی چکر مکمل کر پائی تھی جب اسے وہ اندر داخل ہوتے نظر آیا اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

وہ اس کی مخالف سمت سے بھاگنے لگی جیسے ہی وہ قریب آیا تو وہ جان بوجھ کر اس سے ٹکرانے ہی لگی تھی جب یک لخت کسی نے اسے پیچھے سے تھاما وہ جھٹکے سے مڑی تو ابا کا مسکراتا چہرہ دیکھنے کو ملا۔

"ہاہ ____ شکر ہے بچ گئی میری بیٹی ورنہ موچ آجانی تھی۔"

انھوں نے دنیا جہان کی فکر اپنے چہرے پر سجائے ہوئے اس نوجوان کو بتایا جوان کی بات پر

بیزاری سے سر ہلا گیا کیونکہ وہ دونوں باپ بیٹی راستہ روکے کھڑے تھے اور خوامخواہ اسے بیچ میں گھسیٹ رہے تھے۔

خوش بخت نے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجائی ورنہ اس کے ابا نے تو رنگ میں بھنگ ہی ڈال دی تھی۔

"اوہ! بیٹا آپ شاید ہمارے پیچھے والے گھر میں کچھ دن پہلے شفٹ ہوئے ہو؟"

انھوں نے چونکنے کی زبردست اداکاری تو خوشی عش عش کر اٹھی۔

"جی"_____

اسے ناچار جواب دینا پڑا اب وہ اتنا بھی بے مروت نہیں تھا کہ ایک بزرگ کی بے عزتی کر دیتا۔

"اوہ واؤ میرا نام خوشی"___

اس سے پہلے وہ اپنا تعارف مکمل کرتی عالم صاحب نے اس کا ہاتھ دبایا اور خود بولنے لگے۔

"ارے ماشاءاللہ بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔

میرا نام عالم چودھری ہے اور میں ایک ریٹائرڈ ٹیچر ہوں جبکہ یہ میری بیٹی خوش بخت ہے جو بی ایس سی کرنے کی سر توڑ کوششیں کر رہی ہے۔"

ان کے تعارف پر خوشی کا رنگ زرد پڑ گیا جبکہ وہ نوجوان بمشکل اپنی مسکراہٹ کا گلا گھونٹ پایا۔

"جی مجھے بھی خوشی ہوئی آپ دونوں سے مل کر اور میں دعا کروں گا ان کی بی ایس سی کرنے کی سر توڑ کوششیں رنگ لائیں۔ اب میں چلتا ہوں، اللہ حافظ۔"

وہ ان دونوں کو ہکا بکا چھوڑ کر آگے بڑھا اور اس بار اس نے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی تھی۔

"ابا______ یہ کیا بلنڈر تھا کوئی ایسا کرتا ہے کیا؟

ہائے اوئے میری بے عزتی کروا دی۔"

اس نے رونی صورت بنائی۔

"میں نے پکا کام کیا ہے اگر تم اس پر نگاہ رکھو گی بھی تو وہ ایک کم عقل اور کند ذہن لڑکی کو ذرا بھی بھاؤ نہیں دے گا۔"

انھوں نے مزے سے کالر اکڑا کر کہا۔

"میری قسمت ہی خراب ہے جو آپ جیسا باپ ملا اس سے اچھا تو کسی مالی کے گھر پیدا ہو جاتی کم از کم میرا باپ سارا دن پودوں میں ہی لگا رہتا اور میں آرام سے گھومتی پھرتی۔"

وہ سوں سوں کرتی رہی جبکہ وہ اسے پچکارتے ہوئے اپنے بازو کے حلقے میں لیے آگے بڑھنے لگے۔

دور کھڑے اسی نوجوان نے انھیں دیکھتے قہقہہ لگایا۔وہ بہت عرصے بعد ایسے کھل کے ہنسا تھا ایک پل کو ساری کثافت ہی دھل گئی تھی۔

وہ رات آٹھ بجے تک گھر آیا تھا پھر فریش ہوتا بیڈ پر لیٹ گیا کھانا کھانے سے اس نے انکار کر دیا تھا کیونکہ اسے بھوک نہیں تھی آج کا دن اس کے اعصاب پر بہت بھاری رہا تھا۔

آنسو بھری دو آنکھیں بار بار اسے تنگ کرتی رہیں اس نے کبھی کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہیں دی تھی جو اس سے خار کھاتا وہ چپ چاپ اس سے الگ ہو جاتا اس نے کبھی گلہ کرنا سیکھا ہی نہیں تھا مگر آج جانے انجانے میں وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا تھا۔اسے مسلسل بے چینی ہو رہی تھی تبھی وہ اٹھ بیٹھا اور باہر نکلا۔

وہ ڈیرے پر جانے کے لیے عجلت میں راہداریوں سے گزر رہا تھا جب اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا۔

اس نے ادھر اُدھر ترچھی نگاہوں سے تکتی انوشے کو بغور دیکھا جو یک دم آنکھیں بند کر کے دھڑام سے نیچے گر گئی۔اس کے گرنے پر کھانا کھاتے سب لوگ اس کی طرف متوجہ

ہوئے جبکہ کچھ اٹھ کر اس کی طرف بھاگے اور اسے ہوش دلانے کی کوشش کرنے لگے مگر وہ بے سدھ پڑی رہی۔

ثمامہ کا حیرت سے منہ کھل گیا وہ لڑکی جسے وہ بیچاری سمجھ رہا تھا وہ ایک باکمال اداکارہ تھی۔

اس کا دل کیا سب جو اس کی بیہوشی پر پریشان ہو رہے ہیں انھیں بتائے یہ محض اداکاری ہے مگر اس کی زبان سے الفاظ ادا نہ ہو پائے۔

ثمامہ سے مزید وہاں کھڑا نہ رہا گیا تو وہ واپس کمرے میں چلا گیا تبھی اس کا فون بجنے لگا اس نے دیکھا تو سکرین پر 'یاور سومرو کالنگ' جگمگا رہا تھا۔ فون بجتا رہا مگر اس نے مثبت پیش رفت نہ کی کیونکہ وہ واقف تھا ابھی سوالات کی بوچھاڑ ہو گی جن کے جوابات دینے سے وہ فی الحال قاصر تھا۔

دوسری جانب انوشے سے اب آنکھیں بند رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"لگتا ہے بھوک کی وجہ سے بیہوش ہو گئی ہے۔"

کونین نے اس کا چہرہ تھپتھپایا۔

"اونہوں____سارا موڈ خراب کر دیا بندہ چین سے کھانا بھی نہیں کھا سکتا۔"

سلیم سومرو نے بے دلی سے سر جھٹکا۔

"میں اسے پانی پلا کر کچھ کھلا دیتی ہوں۔"

کونین نے جھٹ سے مشورہ دیا۔

"لڑکی! تم کو ہم نے کتنا بار بولا ہے اپنا یہ دریا دلی اپنا تک محدود رکھا کرو۔اس کو حویلی کے پیچھے والے کمرے میں چھوڑ کر آؤ اور خبر دار کچھ کھلایا پلایا تو____"

انھوں نے اسے ڈپٹا۔

"اس کال کوٹھڑی میں کیوں؟؟؟

یہ بھاکی زال ہے تو وہیں رہے گی نا ان کے کمرے میں؟"

اس کی زبان پر پھر کھجلی ہوئی جس پر سب نے اسے گھورا جو ہمیشہ ان کو غصہ دلاتی تھی۔

"تم سے پوچھا کسی نے؟

تم مفت کا مشورہ اپنے پاس رکھو۔

تمہارا اماں باپ نے تم کو ڈھیل دے رکھا ہے مگر ہم تمہارا ابکو اس زیادہ برداشت نہیں کرے گا۔آنے دو آمنہ کو بولتا ہوں تم کو رخصت کروالے یہاں سے ہر وقت ہمارا دماغ

کھائے رکھتا ہے یہ آفت۔"

وہ پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چلے گئے،ان کے جانے کے بعد اعجاز سومرو نے اسے گھورا جس پر کونین لب دبائے اپنی مسکراہٹ چھپا گئی۔وہ تاسف سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

زینب اور کونین دونوں اطراف سے انوشے کو تھام کر اس کمرے میں لے گئیں جہاں دادا سائیں نے کہا تھا۔کونین نے زینب کو جلدی جلدی کمرہ جھاڑنے کا کہا اور خود چوری چھپے انوشے کے لیے روٹی اور پانی لے آئی۔زینب نے جھٹ پٹ اس کے لیے چادر بچھا دی اور کچھ حد تک کمرہ صاف بھی کر دیا۔

انوشے تو حیرت سے پھٹی آنکھیں لیے ونی میں آئی لڑکی سے ان کا حسنِ سلوک دیکھ رہی تھی۔

"یہ لیں بھرجائی آرام سے کھائیں آپ اور یہ بتائیں آپ کو اکیلے یہاں ڈر تو نہیں لگے گا؟"

انوشے نے گڑبڑا کر نفی میں سر ہلا دیا۔

ڈر تو اسے واقعی نہیں لگتا تھا مگر اسے مٹی سے الرجی تھی اور یہاں کمرے میں بہت گندگی تھی وہ اب وہ منہ پھاڑے انھیں یہ سب کہہ کر ان دونوں کے لیے مشکلات نہیں کھڑی

کرناچاہتی تھی تبھی انکار کر گئی۔وہ اب اس کے لیے اتنا کچھ کر رہیں تھیں کچھ تو اسے بھی برداشت کرناچاہیے تھا۔

وہ دونوں اس کی طرف مسکراہٹ اچھالتیں وہاں سے چلی گئیں ان کے جاتے ہی اسے کھانسی کادورہ اٹھا تھا۔وہ غٹاغٹ پانی کا گلاس چڑھا گئی مگر کوئی افاقہ نہ ہوا وہ دوا بھی لانا بھول گئی تھی۔کاش ! فون ہی چھپا کر لے آتی عجلت میں وہ بھی یاد نہ رہا۔

نڈھال ہوتی وہ وہیں بستر پر ڈھے گئی،رات لمحہ لمحہ بیت رہی تھی اور وہ خوبصورت دنوں کی یادوں میں کھوئی ہوئی تھی جہاں بس اس کے نخرے برداشت کرنے والے لوگ بسے تھے۔

»ایک عُمر وہ تھی،جادُو پر بھی یقین تھا

ایک عُمر یہ ہے،حقیقت پر بھی شک ہے

سلیم سومرو سندھ کے ایک روایتی جاگیردار تھے۔انھیں کسی سے اپنا کوئی بھی کام نکلوانا ہوتا وہ قانون سے بالاتر ہو کر ہر طرح کی تدبیر کر کے اسے پورا کرتے۔ان کی بیگم ان کے بھائی کے قتل کے بدلے ونی میں آئیں تھیں جن کو انھوں نے کبھی عزت نہ دی حالانکہ وہ ان کے تین بیٹوں وہاب سومرو،اعجاز سومرو،امتیاز سومرو اور ایک بیٹی آمنہ کی والدہ

تھیں۔ وہ ساری عمران کی جی حضوری کرتی رہیں آخر میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئیں تب بھی ان کی گردن نہ جھک سکی۔

ان کا بڑا بیٹا ہو بہوان پر گیا تھا جبکہ باقی دو میں کچھ انسانیت باقی تھی۔ امتیاز سومرو کو اپنی والدہ سے خاص انسیت تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے باپ سے ہمیشہ نالاں رہتے تھے۔ انھوں نے بڑے بیٹے وہاب کی شادی اپنے دوست کی بیٹی شہانہ سے کروادی۔ شادی کے بعد وہاب کی بیوی کو اپنے شوہر کی عیاش طبیعت کا پتا چلا۔ انھوں نے قابو پانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھے۔ وہ شادی کے دو سال بعد تنگ آکر اپنے گھر چلیں گئیں اور طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ جس دن کیس کا فیصلہ تھا اس دن ان کو پتا چلا وہ امید سے ہیں۔ یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور سب نے طلاق لینے سے منع کر دیا۔ ناچار انھیں واپس آنا پڑا اور پہلے سے زیادہ وہاب سومرو کے عتاب کا نشانہ بننے لگیں۔ بچے کے جنم پر وہ خوشی کا اظہار تو دور کی بات اس کو کبھی توجہ بھی نہ دے پائیں۔ انھیں ہمیشہ وہ بچہ اپنی زندگی کا سب سے بڑا کانٹا لگا۔ ثمامہ کی زندگی میں اس کے والدین زندہ ہوتے ہوئے بھی کہیں نہیں تھے۔

اعجاز سومرو اور امتیاز سومرو کی شادیاں اپنی چچازاد رحمہ اور زرینہ سے ہوئیں جو نرم طبیعت کی مالک تھیں اعجاز سومرو کی ایک بیٹی کو نین اور دو بیٹے حمزہ اور سالار تھے جبکہ امتیاز سومرو کی تین بیٹیاں زرناب، زینب، میرب اور ایک بیٹا مراد تھا۔

آمنہ کی شادی ان کے خالہ زاد ذیشان سومرو سے ہوئی جن کا ایک بیٹا یاور تھا، وہ لاس اینجلس میں آباد تھے۔

یاور ہی ثمامہ کا واحد دوست تھا جو جب بھی پاکستان آتا اس کی خول میں بند زندگی کی جڑیں ہلا دیتا۔ پھپھو سے بھی ثمامہ کو بے انتہا محبت تھی۔

اس نے بچپن سے ہی چھپ چھپ کر اپنے والدین کو لڑتے دیکھا تھا جس نے اس کے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا۔ یاور اور پھپھو اس کے اندرونی حالات سے بخوبی واقف تھے۔

اولاد کے سامنے والدین کی ایک پل کی لڑائی ان کی پوری زندگی کا روگ بن جاتی ہے۔ وہ اپنی خود غرضی میں ننھے ذہنوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لیتے ہیں اور انھیں اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔

بجرانی خاندان میں اس وقت ماتم کا سماں تھا وریشہ سوجی ہوئی آنکھیں لیے بیٹھی تھی لگتا ہی نہ تھا آج اس کا اپنے من پسند شخص کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔

گاڑی رکتے ہی سب مرد حضرات سر جھکائے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے تھے وہ خود میں خواتین کے سوالات کے جوابات دینے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ سہراب، شیر دل اور سجاول وہیں رک گئے مہرینہ، نیہاں اور دیبا تو پیچھے رہ گئیں مگر وریشہ بھاگی آئی تھی اس نے سہراب کا ہاتھ تھام لیا۔

"چھوڑ آئے اسے_____ کیوں مجھے نہیں جانے دیا؟؟؟

میرے بھائی کا قصور تھا تو مجھے قربان کرتے اسے کیوں کیا وہ کیسے رہے گی؟؟؟ میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گی۔"

وہ ہاتھ چھوڑ کر اب سہراب کا گریبان پکڑے چلانے لگی تھی۔

اس کی چیخوں سے گھر کے سب افراد اپنے اپنے کمروں سے باہر نکل آئے۔ سہراب ضبط سے مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا تبھی وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر اس کی باہوں میں جھول گئی۔

سب عجلت میں آگے بڑھے صادق بجرانی نے صدمے سے دیوار پکڑی ان کا ہنستا بستا شیرازہ پل میں بکھر گیا، اب وہ چہکاریں یہاں نہیں گونجیں گیں۔

یہ صفوان نے کیا کر دیا تھا؟

ابھی تو وہ نکاح سے بھی انجان تھا پھر کیا طوفان اٹھائے گا؟

"یہ انو کی دوائیاں کیوں نہیں دیں ساتھ؟

تم لوگوں کو لگتا ہے وہ اسے شاہی مسند پر بٹھائیں گے ہاں_____؟

وہ کچرے میں پڑی ہو گی، جانتے بھی ہو کیا حال ہو رہا ہو گا اس کا؟"

شیراز بجرانی انوشے کے کمرے سے باہر آتے دھاڑے تھے۔

سب نے سر پکڑ لیا۔

یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

سارا دن اس کا سوگ ہی ختم نہیں ہوا تھا اب شام کے وقت بھی وہ لاؤنج میں صوفے پر اوندھی پڑی تھی جب ایک ننھا سا ہاتھ اس کے سر پر آن ٹھہرا۔اس نے گردن گھمائی تو چار سالہ آیت ننھے دانت نکالے کھڑی تھی ساتھ ہی اس کی ماں بھی تھی۔

"تم_____تم لوگ پھر آ گئے؟

کبھی اپنے گھر میں بھی ٹک جایا کرو۔

آتے ہو اور ہفتے ہفتے یہیں پڑے رہتے ہو۔

ہماری گندم بھی سیزن سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے پھر ہمیں مانگ تانگ کر گزارا کرنا پڑتا ہے۔"

وہ بولنا شروع ہوئی تو نان اسٹاپ بولتی چلی گئی۔زارا(اس کی دوسرے نمبر والی بہن) نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر زبردستی اس کی بولتی بند کی۔

"بس کر جا میری ماں_____اس کا باپ ابھی باہر ہے انھوں نے سن لیا تو دوبارہ یہاں آنے نہیں دیں گے۔"

اس نے منت کی۔

"کیوں نہیں آنے دیں گے ان کے باپ کا راج ہے کیا؟ ہم ان کی طبیعت درست کر دیں گے بتاؤ ذرا تمہیں ٹھیک تو رکھتے ہیں نا؟؟؟ کوئی مسئلہ ہے تو ابھی بولو ان کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گی۔"

وہ بات کو غلط رنگ دیتی آپے سے باہر ہو گئی زارا نے ماتھا پیٹ لیا۔

"ارے تم نے سر کیوں پکڑ لیا؟؟؟ درد ہو رہا ہے ہاں ضرور احتشام بھائی کے کام ہیں انھوں نے تمہاری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ہم نے بیٹی بیاہی ہے بیچی نہیں ہے جو____"

اس کی بولتی کمر پہ پڑنے والے زوردار مکے نے بند کی تھی۔

"اماں"______

وہ زور سے چیخی۔

"خدا دی پناہ قینچی دی تراں کتر کتر زبان چلائی جاندی اے______تینوں میں وی دناں دے اندر اندر رخصت کرنی آں، آلیندے ہن تیرے ابے نوں۔"

(خدا کی پناہ قینچی کی طرح کتر کتر زبان چلاتی ہے، تمہیں میں بیس دن کے اندر اندر رخصت کرتی ہوں آلینے دو اب تمہارے باپ کو۔)

انھوں نے دانت پیستے ہوئے اسے لتاڑا۔

"اوووو اماں______میں نی جانا ساری زندگی ایتھے ای لمبی پئی ریاں گی۔"

(او اماں میں نہیں جاؤں گی______ساری زندگی یہیں لمبی پڑی رہوں گی۔)

وہ منہ بسورتے وہیں صوفے پر پھیل گئی، زارا نے زبردستی مسکراہٹ چھپائی۔

"ٹھہر جا تو کی اناپ شناپ بک دی اے۔"

ان کے جوتے اٹھانے پر وہ اچھل کر صوفے سے نیچے اتری۔

اس سے پہلے کہ اماں اس کی مرمت کرتیں احتشام نے اینٹری دی۔

"اوہ لگتا ہے غلط وقت پر آ گیا۔"

انھوں نے اپنی گود میں موجود شیث کو قابو کیا جو اپنی ماں کو دیکھتے ہی مچلنے لگا تھا۔

"آپ ہمیشہ غلط وقت پر ہی آتے ہیں۔"

اس نے ناک بھوں چڑھائی۔

"اب مجھے کیا پتا تھا آج بھی سالی صاحبہ کی مرمت ہو رہی ہو گی؟"

انھوں نے زبردستی مسکراہٹ چھپائی۔

"ہی ہی ویری فنی"______

وہ تیوری چڑھائے جانے کے لیے مڑی مگر احتشام کی آواز پر رکنا پڑا۔

"اچھا بھئی____اب گاڑی پارک کرتے ہوئے میری نظر فالودہ والے پر پڑ گئی تھی تو سوچا تمہارے لیے لیتا چلوں مگر تم نہیں کھانا چاہ رہی تو ٹھیک ہے۔"

انھوں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ارے واہ! آپ اپنی نیت سے ہٹ کر کبھی کبھی تو کچھ لاتے ہیں تو میں ناشکری کیوں کروں گی؟"

وہ جھٹ سے ان کے ہاتھ سے شاپر لیتے ساتھ میں شیث کو بھی لے گئی۔

"آجاؤ آیت پارٹی کرتے ہیں۔"

وہ جاتی جاتی آیت کو بھی لے گئی۔

"توبہ توبہ کی کراں میں اس کڑی دا؟"

اماں نے بے چارگی سے کہا۔

"ماں جی بچی ہے ابھی وہ آپ ٹوکا مت کریں ابھی کھیلے کودے گی سنجیدہ ہونے کے لیے عمر پڑی ہے۔"

احتشام نے ان کو تسلی دی تو زارا بھی اثبات میں سر ہلا گئی۔

"اف ______ احتشام بھائی اپنے اس جنگلی بلے سے مجھے بچائیں یہ ایک دن مجھے گنجا کر دے گا۔"

خوشی دہائیاں دیتی کچن سے باہر آئی۔

انھوں نے دو سالہ شیث کو دونوں ہاتھوں سے اس کے بال جکڑے دیکھا تو سب قہقہہ لگا گئے۔

"یہ فضولیات چھوڑ کر کچھ کھانے کو ہی لے آؤ ہمارے لیے۔"

زارا نے لفظ چبا چبا کر کہا۔

"کیوں آپ لوگ گھر سے کچھ کھا کر نہیں آئے احتشام بھائی____؟"

اس نے براہِ راست انہی سے پوچھا جن کے لیے کھانا منگوایا جا رہا تھا۔

اماں اور زارا کا دل کیا اس کو سچ مچ گنجا کر دیں جو کبھی چپ نہیں ہوتی تھی۔

"کھا کر تو آئے ہیں لیکن ہم یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ شاید ہماری بچی نے بھی کچھ بنانا سیکھ لیا ہو؟"

احتشام نے ہنسی دبائے اس کے ساتھ مائنڈ گیم کھیلی۔

"اونہوں____میں نے فریسکا پاستا ٹرائے کیا تھا وہ آپ کو بھی چکھاتی ہوں، داد دیئے بنا نہیں رہ پائیں گے۔"

وہ کالر اکڑا کر کچن کی طرف بھاگی۔

اماں نے شکر ادا کیا چلو کچھ تو کھلا رہی ہے۔

سلیم سومرو ڈیرے پر زمین کے حساب کتاب میں مصروف تھے ثمامہ بھی ان کے ساتھ ہی براجمان تھا تبھی وہاں ملازم آ گیا۔

"سائیں____شیر از بجرانی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

وہ نگاہیں جھکائے ہوئے حکم کا منتظر تھا۔

"وہ کیا کرنے آیا ہے اب؟؟؟

۔

۔

۔

چلو بھیج دو اسے اندر۔"

لحظہ بھر کو سوچ کر انھوں نے جواب دیا۔

"کیوں آئے ہو یہاں لگتا ہے جان پیاری نہیں ہے تمہیں اپنی؟"

سلیم سومرو نے شیر از بجرانی کو طنزیہ انداز میں دیکھا۔

"ہماری جان آپ کے پاس ہے تو ہم کیسے سکون سے رہ سکتے ہیں؟"

شیر از بجرانی نے ثمامہ کو دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"ہونہہ____یہ باتیں ہمارے سامنے مت بناؤ کام کا بات کرو۔"

انہوں نے سر جھٹکا۔

"میں یہ دوائیاں لایا تھا نوشے کی، اسے مٹی سے الرجی ہے اسے دے دیجیے گا۔"

کسی کے سامنے نہ جھکنے والے شیراز بجرانی اس وقت بے بسی محسوس کر رہے تھے۔

"کیا چونچلے ہیں یہ مٹی سے الرجی ______؟

ہمارا پیسا اتنا فالتو نہیں ہے جو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ضائع کیا جائے۔"

وہ رعونت زدہ لہجے میں بولے تو شیراز بجرانی نے ضبط کے مارے مٹھیاں بھینچ لیں۔

ثمامہ نے نگاہیں اٹھا کر انھیں دیکھا پھر رخ شیراز بجرانی کی طرف پھیرا۔

"اگر ذرہ برابر بھی انسانیت بچی ہو آپ لوگوں میں تو دے دیجیے گا۔"

شیراز بجرانی براہِ راست ثمامہ کی آنکھوں میں دیکھتے کچھ جتاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

ثمامہ کی نگاہوں نے دور تک ان کا پیچھا کیا تھا۔

"پھینکو اس کو باہر۔"

انھوں نے چارپائی پر رکھے شاپر کی طرف اشارہ کرتے ملازم کو حکم دیا۔

ملازم کے باہر نکلتے ہی وہ بھی ان کی اجازت لیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"سنو! ادھر دو یہ"______.

ملازم نے اس کی بات پر حیرت سے اسے دیکھا اور نگاہیں جھکائے شاپر تھما دیا۔

وہ شاپر لیتے گاڑی کی طرف بڑھ گیا جبکہ ملازم پیچھے حیرت میں غوطہ زن تھا۔ یہ پہلی بار تھا جب اس نے کسی معاملے میں مداخلت کی تھی۔

وہ گاڑی ڈرائیو کرتا سوچوں میں گھرا تھا آخر کیوں اس نے پرواہ کی اس لڑکی کی شاید____اس کے چچا کی نگاہیں اسے کچھ غیرت دلا گئیں تھیں پھر اسے صبح ناشتے کا منظر بھی یاد آیا جب کونین پریشانی سے اس لڑکی کے پاس سے آئی تھی۔اس نے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی مگر اب اسے گمان گزرا اس کی طبیعت خراب ہو گی۔

وہ حویلی پہنچا تو اسے کونین دالان میں کھڑی نظر آئی جو ملازمہ سے کسی بحث و مباحثے میں مصروف تھی۔

وہ کونین کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا مگر سمجھ نہیں آ رہی تھی کیسے مخاطب کرے؟

بچپن سے ادا، ادا کی رٹ لگائے وہ اس کے پیچھے گھومتی تھی مگر وہ نہ اسے بہن بنا سکا اور نہ ہی اپنے جگری دوست کی منکوحہ سمجھ کر بات چیت کر سکا۔

"یہ دوائیاں"______

اس نے گلا کھنکارتے ہوئے اسے متوجہ کیا، وہ حیرت سے اس کی طرف گھومی۔

"یہ"_______

اس نے پھر شاپر اس کی طرف بڑھایا۔

وہ منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ لے لیں"____

اس نے اپنے الفاظ پر زور دیا۔

"یہ کیا ہے؟؟؟"

وہ یک دم حواسوں میں لوٹتی نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

"یہ میڈیسن ہیں اس کی"____

وہ ادھر اُدھر نگاہیں دوڑاتا ہوا بولا۔

"اس کی____کس کی؟؟؟"

وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے دیکھنے لگی۔

"اس کی وہ لڑکی جو وونی میں آئی ہے۔"

وہ بمشکل غصہ ضبط کیے سنجیدگی سے بولتا وہاں سے کھسک گیا۔

"اووووتو یہ بات ہے، میں صدقے میں قربان____ادا سائیں چھا گئے۔"

کونین خوشی سے چلاتی گھومنے لگی۔

وہ پاس ہی موجود کیفے سے لنچ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تبھی عجلت میں گیٹ لاک کرتا باہر نکلا۔

سامنے ہی وہ آفت آتی دکھائی دی، نیلی جینز پر سفید کرتا پہنے گلے میں سٹالر کی طرح دوپٹہ ڈالے اور پاؤں میں سفید چپل اڑس رکھیں تھیں۔ یہ اول جلول حلیہ اسے ایک آنکھ نہ بھایا۔

اسے سمجھ نہیں آتی تھی گھر اس کا آگے کی طرف تھا تو وہ ہمیشہ اس گلی میں ہی کیوں پائی جاتی تھی؟ تنگ بھی اسے ہی کرتی تھی جسے پرائیویسی میں کسی کی بھی مداخلت پسند نہیں تھی۔

وہ جلدی جلدی چلنے لگا تو وہ بھی اس کے ہمقدم ہو گئی۔

"ابا نے محض مذاق کیا تھا آپ سے کل جو بھی میرے بارے میں کہا، میں پڑھائی کو لے کر بہت زیادہ سنجیدہ ہوں یہاں تک کہ میں بچوں میں بھی مفت تعلیم بانٹتی ہوں۔ بہت سے بچے مجھ سے گھر میں ٹیوشن لینے آتے ہیں۔"

وہ تیزی سے اس کے ساتھ قدم ملا کر چلتی صفائی پیش کر رہی تھی۔

"خوشی آپا! کل آپ نے جو مجھے میتھ کا ہوم ورک کروایا تھا اس کا طریقہ غلط تھا آج مجھے مس سے بہت مار پڑی۔"

وہاں سے گزرتے ایک بچے نے منہ بسورتے ہوئے بتایا، شرمندگی کے مارے خوشی کا دل کیا فوراً زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

یک دم وہ مسکراہٹ ضبط کیے رک کر ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا جو اڑی رنگت لیے کھڑی تھی۔

"میں نے بالکل ٹھیک کروایا تھا اس کی ٹیچر کو ہی کچھ نہیں آتا ہو گا۔"

اس بار بھی اس نے اپنی عزت بنائے رکھی۔

"آپ یہ بتائیں آپ کے پڑھنے نہ پڑھنے سے میرا کیا تعلق ہے جو آپ مجھے وضاحت دینے پہنچ گئیں ہیں؟

میری بات سنیں مجھے یہاں کے لوگوں اور ان کے معاملات سے کوئی سروکار نہیں ہے تو میں بھی دوسروں سے یہی توقع کرتا ہوں۔ امید ہے آپ کو میری بات سمجھ آگئی ہو گی۔"

وہ اچھی طرح اپنی بات واضح کرتا یہ جا وہ جا۔

خوش بخت بے یقینی کی کیفیت میں وہاں کھڑی رہ گئی یعنی وہ اسے دوسروں پر ڈورے ڈالنے والی سمجھ رہا تھا۔

سہراب پورے گوٹھ کا چکر لگا کر تھکا ہارا واپس آیا تھا اسے سامنے ہی پودوں کے پاس وریشہ کھڑی نظر آئی وہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا ہوا اکیلی کیوں کھڑی ہوں یہاں؟"

اس کی آواز پر یک دم وریشہ پلٹی تھی۔

اس کی شدت گریہ سے لال آنکھیں دیکھتا وہ لب بھینچ گیا۔

ان دونوں کو کتنا انتظار تھا اپنی شادی کا بچپن سے ایک دوسرے کے علاوہ کسی کو نہیں سوچا تھا مگر اب حالات کس نہج پر جا پہنچے تھے؟

"کچھ نہیں_____کچھ بھی تو نہیں_____"

وہ گڑبڑا کر موبائل فون چھپا گئی۔

سہراب نے مشکوک نگاہوں سے اس کی حرکات و سکنات ملاحظہ کیں۔ ابھی وہ کچھ بولتا تبھی وریشہ کا فون بیپ کرنے لگا۔

"بھیا! آپ ____ آپ جانتے بھی ہیں کیا کچھ ہو گیا ہے انو" ______

وہ مزید بتاتی تبھی سہراب نے اس کے ہاتھ سے فون دبوچ لیا۔

"کچھ نہیں ہوا یار بس یہ تمہیں یاد کر رہی تھی، ارے نہیں نہیں کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ تم اپنا خیال رکھنا اور یہاں آنے کا خیال فلحال اپنے دماغ میں غلطی سے بھی مت لانا۔ ٹھیک ہے تم کام کرو اپنا، اللہ حافظ۔"

وہ دوسری طرف صفوان کو مطمئن کرتا فون بند کرتے ہی اسے گھورنے لگا۔

"تم جانتی بھی ہو کیا کرنے جا رہی تھی؟

وہ طیش میں یہاں بھاگا آئے گا اور پھر مارا جائے گا۔ یہی سب روکنے کے لیے انو نے جو قربانی دی ہے اسے تو ضائع مت کرو۔"

سہراب کی بات پر وہ تڑپتی ہوئی اس کے کندھے سے سر ٹکا گئی۔

"مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا سہراب۔"

وہ سسکتی ہوئی بولی۔

"تم دعا کرو وریشے سب ٹھیک ہو جائے گا اگر اللہ نے چاہا تو پر پلیز زز تم کچھ بھی خراب مت کر دینا۔"

سہراب نم آنکھوں سے اسے ایک بازو کے گھیرے میں لے گیا۔

وریشہ کی گیٹ سے اندر داخل ہوتی گاڑی پر نظر پڑی تو وہ فوراً وہاں بھاگی۔

"چاچا سائیں! بتائیں کیسی ہے انو؟؟؟

اس کی دوائیں آپ نے دے دیں تھیں اسے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے ان کا بازو تھامے امید بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

سہراب ان کے چہرے پر رقم بے بسی دیکھتے لب بھینچ گیا۔

"پاگل ہو تم وریشے، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے ونی کی گئی لڑکی سے ملنے نہیں دیتے ان کے گھر والوں کو۔ میں نے دوائیں دے دیں تھیں۔"

انھوں نے وریشہ کا سر تھپکا۔

"پھر تو وہ دوائیں بھی نہیں دیں گے چاچا سائیں۔"

وریشہ نے سہم کر انھیں دیکھا۔

"ضرور دیں گے مجھے پورا یقین ہے۔"

وہ مضبوط لہجے میں بولتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

وریشہ نے ناسمجھی سے سہراب کو دیکھا جو لاعلمی سے کندھے اچکا گیا۔

انوشے نڈھال سی آنکھیں موندے بستر پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی زینب اور میرب اس کے پاس پریشان سی بیٹھیں تھیں تبھی کو نین بھاگتی ہوئی آئی۔

"یاہووو! آج تو کمال ہو گیا جانتی ہو تم دونوں یہ دوائیاں بھر جائی کی ______ ثمامہ ادا لائے ہیں۔"

اس نے چہکتے ہوئے بتایا۔

"نہ کرنین ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

زینب نے اس کی بات کو جھٹ سے رد کیا۔

"میں جانتی ہوں تم کو یقین نہیں آئے گا مگر یہی سچ ہے۔ مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا جب میں حکیمہ سے کوئی دوا پوچھ رہی تھی تبھی وہ وہاں آئے اور جھجھکتے ہوئے یہ مجھے تھما دیا۔"

وہ ہنسی۔

"اچھا اب باتیں بعد میں کرنا پہلے جلدی سے آکر بھر جائی کو دوائیاں دو۔"

میرب نے اسے ڈپٹا تو وہ جلدی سے آگے آئی اور انوشے کو دوا کھلانے لگی۔

انوشے نے حیرت سے دیکھا یہ تو اس کا خود کا دواؤں کا شاپر تھا، بے ساختہ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں ضرور شیراز چچا دے گئے ہونگے اس نے سوچا۔

"بی بی جی! بڑے سائیں آپ تینوں کو بلا رہے ہیں ساتھ میں اس لڑکی کو بھی لائیں۔"

ملازمہ نے انھیں پیغام دیا تو وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئیں۔

"وہ کب آئے؟"

ڈرپوک سی میرب نے پوچھا۔

"ابھی آئے ہیں اور زرناب بی بی نے سب کچھ بتا دیا ہے انھیں۔"

ملازمہ نے بتیسی دکھائی۔

"اف کیا کریں اب ____؟"

زینب نے کونین کو دیکھا۔

"چلو جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔

کھا تھوڑی جائیں گے وہ، ہونہہ۔"

وہ انوشے کو سہارا دے کر اٹھاتی باہر لے آئی۔

"آؤ آؤ تم تینوں کو تو میں اچھی طرح بتاتا ہوں تا کہ تمہارا عقل ٹھکانے آئے،

فردوس" ______

وہ ان تینوں کو گھورتے ہوئے ملازمہ کو پکارنے لگے۔

"جی سائیں" ______

وہ فوراً ہاتھ باندھے حاضر ہوئی۔

"جو بھی ملازم موجود ہیں لان میں سب کو چھٹی دے دو یا پھر دوسرے کاموں میں لگا دو

آج سے پودوں کی کانٹ چھانٹ اور ساری صفائی ان کی زمہ داری ہے اگر کوئی بھی کوتاہی

ہوئی تو تمہیں بھی سزا ملے گا۔"

انھوں نے حکم صادر کیا تو گھر والوں کے ساتھ ساتھ ان تینوں پر بھی غشی طاری ہو گئی۔

"جی جی ______ سائیں جیسا آپ کا حکم۔"

اس نے تابعداری سے کہا۔

"اور یہ لڑکی جو ہے ______ بہت ہو گیا اس کا طبیعت کا کھیل اب کام پر لگاؤ اس کو بھی،

باورچی خانے کا ذمہ داری اس کو دو۔"

انھوں نے انوشے کی طرف اشارہ کیا تبھی وہاں ثمامہ آ کھڑا ہوا وہ سب کچھ سن چکا تھا مگر ویسے ہی کھڑا رہا۔

سلیم سومرو سب کو ایک نظر دیکھتے وہاں سے چلے گئے۔

"ادا_____بے فکر رہیں میں بھرجائی کی مدد کرتی رہوں گی۔"

کونین اس کے پاس سے گزرتی ہوئی ہلکی سی آواز میں بتیسی دکھاتی ہوئی بولی تو وہ یک دم سٹپٹا کر وہاں سے کھسک گیا۔

زارا ایک دن رہ کر بچوں سمیت واپس چلی گئی تو خوش بخت اداس سی لیٹی تھی کچھ اس کا دل بھی بری طرح سے ٹوٹا تھا۔

وہ بے دلی سے ٹی وی چینلز تبدیل کرتی رہی تبھی اس کا ہاتھ یک دم رکا تھا۔

To whom to ask, why is it so,

this world is, as if mute..

Where to find moments of joy,

Even time is like without a sign..

There are complaints on so many lips,

there are many distances from the life..
Why do the dreams dampen in eyes,
when the line leaves these hands, for no reason..
The wish I had sent,
that collided with the sky such that
a call has come back..
where have the breaths turned their face,
I don't see any path..
where has the heartbeat left the heart,
and where have these bodies left (their) shadows..

وہ افسردہ سی ان الفاظ میں گھری صوفے پر ڈھے گئی۔

عالم صاحب گھر میں داخل ہوئے تو یک دم نگاہ اس دکھیاری پر پڑی۔ وہ دبے قدموں اس کی طرف بڑھے، اس کی حالت دیکھتے ہی ان کا زبردست قہقہہ گونجا۔ ہنسی کی آواز پر خوشی نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"آپ کو کس خوشی میں ہنسی آرہی ہے؟"

اس نے چہرے کے زاویے بگاڑے۔

"مجھے خوشی کے غم پر ہنسی آرہی ہے۔"

وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔

"ک ک کیاااا مطلب کون سا غم؟"

وہ گڑبڑائی اور جلدی سے ٹی وی بند کر دیا۔

"اپنے دشمنوں کو آس پاس نہ پا کر تم نے میدان صاف دیکھا اور کود پڑیں آتش کدے میں مگر ______ مگر تمہیں منہ کی کھانا پڑی۔"

ایک بار پھر ہنسی کا طوفان اٹھا۔

"آپ ______ آپ نے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں میرے پیچھے۔"

وہ روہانسی ہوئی۔

"ارے ہمیں جاسوسی کی ضرورت ہی نہیں اپنے تعلقات ہی اتنے ہیں کہ بس_____ تم نے بوڑھے ماں باپ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی اور میرے اللہ نے میری مدد کی۔"

انھوں نے فخریہ گردن تانی۔

خوش بخت نے رونی صورت بنالی اسے اب سخت شرمندگی محسوس ہورہی تھی۔

"خیر جب تک تمہاری اماں پورے محلے کے سیر سپاٹے کرکے واپس نہیں لوٹ آتیں تب تک تم اپنا غم ہلکا کرلو، مجھے انصاری نے بہت گھمایا ہے تھک گیا ہوں اب کچھ دیر آرام کروں گا۔"

ٹی وی آن کرتے ہوئے وہ اٹھے پھر اس کی طرف مڑے۔

"انجوائے یور سیڈنس مائی گرل"____

اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے مسکراہٹ دباتے وہاں سے چلے گئے۔

خوش بخت نے روتے ہوئے کشن چہرے پر رکھ لیا۔

"اس ارحم موٹو کی تو میں فٹ بال بنا کر ہوا میں اڑادوں گی، ہاتھ لگے ذرا میرے جاسوسی کا کیڑا نوچ نوچ کر نکالوں گی۔"

وہ جانتی تھی یہ آگ کس کی لگائی ہوئی ہے تبھی دونوں بازو چڑھائے باہر کی جانب بڑھ گئی۔

اس نے سیدھا جاتے ہی ارحم کے گھر کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"خوشی پتر! کیا ہوا ہے کیوں دروازہ توڑنے والا کرر کھا ہے؟"

ارحم کے والد باہر نکلے۔

"انکل____آپ کی وہ بال کی دکان کدھر ہے؟"

اس نے ارحم کے گھنگریالے بالوں پر طنز کیا۔

"او پتر لگتا ہے اس بار بھی اس نے تیرا کوئی راز فاش کر دیا ہے۔"

وہ ہنسے۔

"آپ بس مجھے اس کا پتا بتائیں آپ کے سر کی قسم آج میرے ہاتھوں اس کی درگت لازمی بنے گی۔"

پہلے تو وہ گڑبڑائی پھر جلدی سے بات بدل گئی۔

"اوہو مجھے کیوں درمیان میں گھسیٹتی ہو؟

جاؤ دہی بھلے کھانے گیا تھا کامے کی طرف مل جائے گا تمہیں وہیں۔"

انھوں نے اپنے سر کی فکر کرتے اسے فوراً سے پیشتر وہاں سے بھیجا۔

وہ تن فن کرتی وہاں سے نکلی تھی سامنے ہی اسے ارحم سیٹی بجاتا آتا ہوا دکھائی دیا، وہ اسے دیکھ کر ساکت رہ گیا اب اس کی خیر نہیں تھی۔

"تمھیں کیا لگا تم کچھ بھی کرو گے اور پھر میرے ہاتھوں بچ جاؤ گے؟ تمھیں عبرت کا نشان نہ بنا دیا تو میرا نام بھی خوش بخت عالم نہیں۔"

وہ دونوں بازو چڑھائے نیچے سے پتھر اٹھاتی اس کے پیچھے بھاگی تھی جو پہلے سے سر پر پاؤں رکھتے تیزی سے دوڑا تھا۔

"بھائی پلیز ززز بچا لیں مجھے ایک ڈائن میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

ارحم گڑگڑاتا ہوا اس کے پیچھے چھپ گیا۔

"اچھاااا تو میں ڈائن ہوں، ابھی تمہارا سارا خون پی کر سچ ثابت کرتی ہوں تمہاری یہ بات ٹھہرو ذرا"

خوشی غضب ناک تاثرات لیے اس کی طرف بڑھی تبھی وہ درمیان میں آ گیا۔

"ہٹ جائیں مسٹر اور جا کر راستہ ناپیں اپنا۔"

وہ ضبط کے باوجود غرائی تھی۔

"ایک بچے پر ظلم کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے آپ کو۔"

وہ اس کے سامنے تن کر کھڑا تھا۔

"ایکسکیوز می مسٹر ایکس وائی زی! پہلی بات یہ بچہ پورے اٹھارہ سال کا ہے اور دوسری بات یہ ہمارا پرسنل میٹر ہے ہم جیسے بھی حل کریں۔
ہم آپ کی زندگی میں مداخلت نہیں کر رہے بلکہ اب آپ زبردستی گھسے چلے آ رہے ہیں ہماری زندگیوں میں۔

جائیں اور جا کر کام کریں اپنا۔"

وہ تلخی سے بولتی اسے پہلے والی شوخ و چنچل لڑکی سے بالکل مختلف لگی تھی وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا جب اس نے پیچھے کھڑے ارحم کا بازو دبوچا اور اسے ساکت چھوڑے وہاں سے رفوچکر ہو گئی۔

"خوشی آپا____ دیکھیں میں نے تو عالم انکل کو یہی کہا تھا کہ آپ کو میں نے اسی پراسرار لڑکے کے ساتھ کھڑا دیکھا تھا۔ قسم لے لیں اس کے علاوہ کوئی فالتو بات کی ہو

"تو______

ارحم جو ہمیشہ اس کے غصے کو چٹکیوں میں اڑا دیتا تھا اب اس کا سنجیدہ انداز دیکھتے تھوڑا سہم گیا۔

چلتے چلتے وہ اچانک نیچے بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھے رونے لگی۔

"خوشی آپا______ایم سوسوری مجھ سے غلطی ہو گئی آئندہ عالم انکل کو کچھ نہیں بولوں گا پرومس۔"

ارحم بوکھلا کر اس کے ساتھ ہی نیچے بیٹھ گیا۔

خوش بخت اس کی اڑی رنگت دیکھتے ہوئے روتے روتے ہنس دی وہ پاگل یہ سمجھا تھا شاید اس کی وجہ سے رو رہی ہے مگر اس کا دل تو ویسے ہی بھرا رہا تھا،اس کی وجہ سے تو وہ خود بھی لاعلم تھی۔

"اوہ شکر ہے آپ کو ہنسی تو آئی میں تو ڈر ہی گیا تھا ورنہ آپ نے پہلے کبھی بھی ایسے ری ایکٹ نہیں کیا۔"

ارحم روہانسے لہجے میں بولا تو وہ اس کے سر پر چپت لگا گئی۔

وہ ایسا ہی تھا بچپن سے ان کی نوک جھونک چلتی تھی مگر ان کا رشتہ بہن بھائی سے بڑھ کر تھا۔

سب خاموشی سے دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔انوشے کی آج بچت ہو گئی تھی کھانا بنانے سے کیونکہ لنچ پہلے ہی بن چکا تھا۔اب وہ ایک طرف کھڑی تھی اس نے محسوس کیا سب کے چہرے کھانے کی طرف جھکے ہوئے تھے مگر ثمامہ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا لڑکا مسلسل اسے ہی گھور رہا تھا۔اس نے آج ہی اس لڑکے کو دیکھا تھا اس سے پہلے اسے وہ نظر نہیں آیا تھا۔

ثمامہ نے یک دم نگاہیں اٹھائیں تو انوشے نامحسوس انداز میں چہرے پر دوپٹے کا پلو کر گئی۔

وہ کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد دوبارہ نگاہیں جھکا گیا۔

"لڑکی اچھا سا کڑک دار قسم کا چائے بناؤ ہم سب کے لیے، جاؤ جلدی"_____

سلیم سومرو نے کھانا ختم کرتے ہی اسے حکم صادر کیا۔وہ پہلے ہی وہاں سے رفو چکر ہونے کے بہانے ڈھونڈ رہی تھی، حکم ملتے ہی کچن میں بھاگی۔

وہ چائے بناتے بناتے ماضی کے بھول بھلیوں میں کھو گئی اسے یاد آیا جب صفوان چھٹیاں گزارنے کے لیے ایک ماہ سے پاکستان میں موجود تھا۔

جب بھی وہ چائے بنانے لگتی وہ اسی وقت ٹوک دیتا۔

"تمہیں بالکل بھی چائے نہیں بنانی آتی میں جب تک یہاں ہوں تمھیں زبردست سی

چائے بنانا سکھا کر ہی رہوں گا۔"

وہ فوراً اُس کے ہاتھ سے ساس پین لے لیتا۔

"آپ رہنے دیں صفوان ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے ہمارے گھر کے مرد حضرات کبھی کچن

میں نہیں جھانکتے اور آپ"_____

وہ بے چارگی سے اس کی طرف دیکھتی۔

"ارے یہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ مرد کچن کا کام نہیں کر سکتے؟"

اس نے تیوری چڑھائی۔

"پھر بھی"_____

وہ منمنائی۔

"علی راسی(Ala Rasi)_____۔"

وہ ہلکا سا سر خم کر گیا اس کے سامنے۔

"اس کا کیا مطلب ہوا؟"

وہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

"یہ ہم عرب امارات میں رہنے والے لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں تمھارے بس کی بات نہیں۔"

وہ مسکراہٹ چھپائے کام میں مگن ہو گیا۔

ہلکی سی سیٹی کی دھن پر وہ یک دم خیالوں کی دنیا سے باہر آئی۔

چائے ابل ابل کر باہر آرہی تھی اس نے جلدی سے چولہا بند کیا۔

"لگتا ہے کسی بہت اہم شخصیت کے بارے میں سوچا جارہا تھا جو چائے کا بھی دھیان نہ رہا۔"

طنزیہ لہجے پر وہ مڑی یہ تو وہی لڑکا تھا جو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا اسے ہی ٹکٹکی باندھے گھور رہا تھا۔

"آآ_____آپ کو کچھ چاہیے تھا؟"

انوشے گڑبڑا کر پوچھ بیٹھی۔

"کیا دے سکتی ہو؟؟؟"

تمہارے پاس کیا ہو سکتا ہے بھلا مراد سومرو کو دینے کے لیے؟

تم تو خود بے چاری ہو ونی میں آئی لڑکی کی عزت دو کوڑی کی ہوتی ہے اور اوپر سے تمھاری شادی بھی کس سے ہوئی ہے جو خود اپنے لیے نہیں بول سکتا تمھیں کیا سہارا دے گا؟

ہاں_____اگر تمھاری شادی مجھ سے ہوئی ہوتی تو بات کچھ اور ہوتی۔اچھی خاصی خوبصورت ہو پر چچچچ زندگی برباد ہو گئی تمھاری۔"

اس کی فضول گفتگو اور حوس ٹپکاتی آنکھوں سے انوشے کو جھرجھری سی آ گئی۔

وہ تو ایسی باتوں پر دوسروں کا منہ توڑ دیتی تھی اسی لیے کسی کی جرات نہیں ہوتی تھی اول فول بکنے کی مگر یہ شخص تو سر پر چڑھ رہا تھا۔ایک دم اس کے اندر سر پھری انوشے نے سر اٹھایا تھا وہ پاس پڑا بیلن اٹھانے کے لیے جھکی ہی تھی تبھی کو نین نے وہاں اینٹری دی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو مراد؟"

وہ کڑے تیوروں سے اسے گھورنے لگی جو پہلے ہی گھبرایا ہوا تھا۔

"تمھیں اس سے مطلب جو بھی کروں تم اپنے کام سے کام رکھو تو بہتر ہے ایسا نہ ہو دادا سائیں سے کہہ کر تمھاری رسی اور ٹائٹ کروا دوں۔"

وہ بے خوفی سے بولتا اسے چڑاتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔

مراد کے باہر آتے ہی دیوار کی اوٹ میں کھڑا شخص بھی دھیرے سے پیچھے ہٹ گیا۔

کونین نے مراد کی پشت دیکھتے دانت پیسے۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

اب وہ انوشے کی طرف پلٹی جو ابھی تک دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"عجیب بہکی بہکی سی باتیں کر رہا تھا۔"

وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

"اس کو تو میں دیکھ لوں گی، بھر جائی آپ اس سے دور ہی رہنا سارے خاندان میں یہی ایک فسادی ہے۔"

اس نے اپنی بھڑاس نکالی۔

"ہمم"____

وہ بے دھیانی میں سر ہلا گئی۔

ثمامہ کو کچھ بے چینی محسوس ہو رہی تھی وہ رات دیر تک جاگتا رہا کسی پہر اس کی آنکھ لگ گئی اسے محسوس ہوا جیسے اس کو زنجیروں میں جکڑ لیا گیا ہو وہ خود کو آزاد کروانے کی کوششیں کرنے لگا مگر بے سود۔

وہ جھٹ سے اٹھ بیٹھا اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا، اسے بچپن سے ہی ایسے خواب آتے تھے۔

اس کے والدین اسے لے کر جب شہر میں شفٹ ہوئے تھے تب وہ پورے گھر میں اکیلا ملازموں کے رحم و کرم پر رہتا تھا۔ اسے اندھیرے سے خوف محسوس ہوتا تھا ساری رات وہ سوئی جاگی کیفیت میں رہتا اور صبح ہوتے ہی اسی حالت میں سکول چلا جاتا، سارا دن ہوم ورک نہ کرنے اور ٹیسٹ یاد نہ کرنے پر اساتذہ سے پٹتا رہتا۔

نہ وہ کسی کو شکایت کر سکتا تھا نہ ہی کسی کو اپنے دکھ بتا سکتا تھا۔ وہ کبھی کسی سے دوستی نہ کر پایا، اسے ہمیشہ لگتا تھا اگر کوئی اس کے اندر چھپی بزدلی اور کمزوریوں کو جان گیا تو اس کا مذاق اڑائے گا۔

واحد یاور تھا جو زبردستی اس کا دوست بنا تھا، اس سے بات کرتے ہی وہ کچھ حد تک پرسکون نیند لے لیتا تھا مگر اب کافی دن سے اس کا فون بھی اٹینڈ نہیں کر پا رہا تھا۔

ان سب حقائق کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی میں ایک اور تبدیلی بھی تو آچکی تھی جو اسے بے چین کرتی تھی۔ جانے انجانے میں ہی سہی مگر اب کوئی جیتا جاگتا وجود اس کے ساتھ جڑ چکا تھا جسے جھٹلانا اس کے لیے ناممکن تھا۔

وہ شام کو گھر واپس آئی تھی اور آتے ہی چپ چاپ کچن میں چلی گئی۔عالم صاحب اور ہاجرہ بیگم نے ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔

کچھ دیر تک وہ باہر نہ آئی تو وہ دونوں دبے قدموں کچن کی طرف گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے خوشی پیاز کاٹنے میں مگن تھی ساتھ ساتھ آنکھیں بھی بہہ رہیں تھیں۔ صاف لگ رہا تھا یہ آنسو چھپانے کی ناکام کوشش ہے۔

ہاجرہ بیگم بے چینی سے عالم صاحب کو دیکھنے لگیں تو وہ ان کو دلاسہ دیتے صوفے پر بٹھاتے خود خوش بخت کی طرف بڑھ گئے۔

ان کے بیٹھنے پر وہ چونکی پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

"اپنے آنسو کچھ اس طرح چھپا رہا تھا وہ

پیاز کے پانی میں اپنا غم بہا رہا تھا وہ"

(از ادینہ خان)

ان کے سنجیدگی سے شعر پڑھنے پر وہ زور زور سے روتی ہوئی ان کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی کیوں اتنے آنسو گر رہے ہیں میرے؟ میرا دل کر رہا ہے میں زور زور سے روؤں۔"

وہ روتے ہوئے بولی۔

اس کے بچپنے پر وہ اداسی سے مسکرا دیے،ان کی بیٹی یہ کس راہ پر چل پڑی تھی اس کی بچپن سے ہر خواہش پوری ہوئی تھی اب اس نوجوان کی بے رخی وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔وہ تو اس بات کو محض اس کی غیر سنجیدگی گردانتے رہے مگر معاملہ سنگین ہو چکا تھا۔

شکر تھا اس کی ماں صوفے پر جا بیٹھی تھی ورنہ یہ غم کیسے برداشت کر پاتی؟

وہ ہولے ہولے اس کا سر تھپکتے ہوئے گہری سوچوں میں گم تھے اور وہ سسکتی رہی۔

کس طرح ختم کریں ان سے دل کا رشتہ؟

جن سے ملنے کا سوچیں بھی تو دنیا بھول جاتے ہیں

انوشے کچن میں کھانا بنانے میں الجھی تھی صد شکر کہ یہاں کی خواتین اچھی تھیں جو وقفے وقفے سے کچن میں جھانک کر اس کی مدد کر رہیں تھیں ورنہ وہ تو ہمیشہ اپنی حویلی میں محض وقت گزاری کے لیے اٹھکیلیاں کیا کرتی تھی کچن میں کبھی کسی ہانڈی میں چمچہ ہلا دیا تو کبھی کسی۔

اسے کیا معلوم تھا یہ وقت بھی آئے گا اس پر؟

کونین نے کچن میں جھانکا۔

"بھرجائی! جلدی جلدی کام ختم کریں داداسائیں آگئے ہیں ابھی شور مچائیں گے۔"

اس کی آواز پر انوشے ہڑبڑا کر مڑی اور اس کی طرف دیکھتی ہنسنے لگی۔

"میرے چہرے پر کیا لطیفہ لکھا ہوا ہے جو آپ ہنس رہی ہیں؟"

کونین نے گھورا تو وہ بمشکل سنجیدگی اختیار کرتی آگے بڑھ کر اس کے سر سے پتے جھاڑنے لگی۔

"اوہ یہ بات تھا بس یار بھرجائی مجھ غریب کو کیا کیا کرنا پڑ رہا ہے؟"

وہ مصنوعی افسردگی سے بولی۔

"تم ____ تمہارا بہت شکریہ کونین لیکن تم میرے لیے خود کو مشکل میں مت ڈالا کرو۔"

انوشے نم لہجے میں بولی۔

"اوہو یار بھرجائی آپ کے لیے تو جان بھی حاضر ہے آخر کو آپ ایک انقلاب لانے کے لیے چنی گئی ہیں۔"

کونین نے اسے تھپکا تو وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیسا انقلاب؟؟؟"

اس کی سوالیہ نگاہوں پر کونین گڑ بڑا گئی۔

"ارے میں تو مزاق کر رہی تھی، چلیں جلدی کریں۔"

تبھی ملازمہ بھی کھانا کھانے کا پیغام لے آئی۔

کھانے کی میز پر سب موجود تھے۔

وہ ایک طرف کھڑی ہو گئی جہاں ملازمہ کھڑی ہوتی تھیں۔

"تمہارا گھر والے تو بہت ہی بے غیرت نکلا، اپنا یتیم بچی کو ونی کر دیا چچ چچ۔"

سلیم سومرو مصنوعی افسوس کرنے لگے۔

سب نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا مگر وہ ضبط کیے کھڑی رہی۔

"اور ہاں وہ تمھارا چاچا دوائیاں لایا تھا ہو نہہ چونچلے دکھاتا ہے۔ سب سے بڑا بے غیرت تو وہی ہے پہلے بھتیجی کو بھیجتے خیال نہ آیا اب تڑپتا ہے۔"

وہ قہقہ لگا اٹھے۔

"خبردار! اگر میرے چچا کے بارے میں ایک لفظ بھی مزید کہا تو ____"

وہ طیش میں انگشتِ شہادت اٹھاتی انھیں وارن کر گئی۔

اس کے خطرناک تیور دیکھ کر میز پر موجود سب لوگوں کو گویا سانپ سونگھ گیا۔

"تو کیا کرلے گا تم____؟"

وہ اس سے زیادہ سختی سے بولے۔

"تو یہ جو ڈھیر سارا کھانا بنواتے ہیں نا مجھ سے اس میں چوہے مارنے والی دوا ملادوں گی پھر سکون میں آجائیں گے سب۔"

ناجانے کہاں سے اس میں اتنی ہمت آگئی تھی جو وہ دوبدو جواب دینے لگی تھی۔

کونین کے گلے میں نوالہ اٹک گیا جبکہ ثمامہ نے دنگ نظروں سے اس کی پٹر پٹر چلتی زبان دیکھی۔

سلیم سومرو کچھ لمحوں کے لیے تو بول نہ سکے پھر یک دم ان کا غصہ عود کر آیا۔

"تمھارا یہ ہمت تم ہم کو دھمکی دیتا ہے اب سے تم کھانا نہیں بنائے گا بلکہ ہمارا اصطبل سنبھالے گا۔"

انھوں نے ملازمہ کو آواز دی، اندر ہی اندر وہ اس سے خائف ہو گئے تھے کہیں سچ میں کھانے میں زہر ملا کر انھیں ابدی نیند نہ سلا دے۔

"اس کو اصطبل میں لے کر جاؤ اور وہاں کا ڈیوٹی انجام دینے والوں کا چھٹی کر دو۔"

ان کے حکم پر ملازمہ اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

ثمامہ نے بے ساختہ پہلو بدلا،اس کی بے چینی محسوس کرتے کونین مسکراہٹ دبا گئی۔

شہانہ نے بغور اپنے بیٹے کی بے چینی اور اس لڑکی کا جائزہ لیا۔انھیں احساس ہوا کہ ضرور کوئی خاص بات ہے اس لڑکی میں وہ عام ونی میں آئی لڑکیوں جیسی نہیں تھی جو رورو کر گزارا کرتی۔وہ آج ہی کھانے کے لیے باہر آئیں تھیں زیادہ تر کمرے میں ہی عبادات میں مشغول رہتیں تبھی انھیں اس لڑکی سے بات چیت کا موقع نہیں ملا تھا۔اب انھیں اپنے بیٹے سے دوری کا احساس ہونے لگا تھا۔

دوسری طرف انوشے اتنا بڑا اصطبل دیکھتی چکرا کر رہ گئی گھوڑے بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

اسے ابکائی آنے لگی وہ تو محض شوقیہ طور پر سہراب ادا کے گھوڑوں پر سواری کیا کرتی تھی وہ لاکھ اس بات پر جلتے کڑھتے مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ان کی صفائی کرنے کا تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

"بھرجائی! کیا آپ سچ میں کھانے میں چوہے مار دوائی ملا سکتی ہیں؟"

کونین کے پوچھنے پر وہ اس کی طرف گھومی۔

"زیادہ تنگ کیا گیا مجھے تو ہو بھی سکتا ہے ایسا۔"

اس نے بمشکل مسکراہٹ ضبط کرتے اس کی اڑی رنگت دیکھی۔

"بھر جائی پلیز ززز مجھے پہلے ہی بتا دیجیے گا میں تو آپ کی پیاری سی دوست ہوں نا؟"

وہ منمنائی۔

اس کی سہمی ہوئی صورت دیکھتے وہ قہقہ لگا اٹھی۔

صفوان کو کافی دنوں سے حویلی والوں کی حالت مشکوک لگ رہی تھی اس کی انوشے سے بھی بات نہیں ہو پائی تھی۔وہ جب بھی اس کے بابت سوال کرتا سب آئیں بائیں شائیں کر جاتے ایسی صورتحال میں ایک ہی شخص اسے سب بتا سکتا تھا اور وہ تھی نیہاں۔

وہ پوری خاندان میں سب سے چھوٹی اور نا سمجھ تھی تبھی ہر کوئی اس سے کام نکلوا لیتا تھا۔

اس نے نمبر ملایا تو دوسری ہی بیل پر کال اٹینڈ کر لی گئی۔

"السلام علیکم ادا! کیسے ہیں آپ؟؟؟

وہ خوشگوار لہجے میں پوچھنے لگی۔

"الحمدللہ گڑیا میں بالکل ٹھیک ہوں۔

آپ کیسی ہو؟؟؟"

جواباً وہ نان اسٹاپ شروع ہو گئی تھی۔

"گڑیا میری انو سے بات کرواؤ۔"

اس نے محتاط انداز میں کہا جس پر دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"ادا وہ تو______"

وہ جھجھکی۔

"کیا وہ تو_____؟

وہ ٹھیک تو ہے نا؟"

اس نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

"وہ یہاں نہیں ہیں۔"

اس نے دھیرے سے کہا۔

"تو کہاں ہے؟؟؟"

اسے کسی انہونی کا احساس ہوا۔

"اسے_____ونی کر دیا گیا تھا۔

اب تو ایک مہینہ ہونے والا ہے۔"

اس کے تفصیل بتانے پر وہ جہاں کا تہاں رہ گیا۔

کیا کچھ نہ یاد آیا تھا؟

وہ کیسی ہو گی؟

کس حال میں ہو گی؟

ونی کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے وہ اچھی طرح جانتا تھا؟

اس نے داداسائیں کو فون ملایا ان کے اٹینڈ کرتے ہی وہ شروع ہو گیا۔

"آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟"

اس کے نم لہجے پر وہ بھونچکارہ گئے یعنی اس کو معلوم ہو ہی گیا تھا۔

وہ اسے جواب دینے کے لیے ہمت مجتمع کرنے لگے۔

انھوں نے اسے قسمیں دے کر روکا تھا وہ گڑ گڑا رہا تھا تڑپ رہا تھا۔اس کی اذیت محسوس کرتے ہوئے داداسائیں کی بھی آنکھیں بہنے لگیں۔وہ بمشکل خود کو انوشے کی یادوں سے نکالتے تھے پھر بات وہیں آجاتی۔

"کس نے بتایا ہے اسے" ______

سہراب نے سب لڑکیوں کو کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔

سب کی نگاہیں بے ساختہ نیہاں کی طرف اٹھیں تو وہ خوف زدہ ہو گئی۔

"وہ بار بار انو سے بات کروانے کا کہہ رہے تھے پھر میں کیا کرتی؟"

اس نے منہ بسورا۔

"تو تم نے عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے سب بتا دیا۔"

شیر دل نے اسے دیکھتے دانت پیسے تو وہ رونے لگی۔

"شٹ اپ شیر دل! تم اپنی زبان بند رکھو۔"

سہراب کو اپنی بہن کے ساتھ اس کا لہجہ پسند نہ آیا تو ٹوک گیا۔

"ادا! اب کیا ہو گا؟"

وہ سہمی ہوئی سی بولی۔

"کچھ نہیں ہوتا گڑیا اللہ سب خیر کرے گا۔"

وریشہ نے اسے خود سے لگا کر تسلی دی تو سہراب نے پر سکون سانس لیا۔

عالم صاحب نے فون کی سکرین پر چمکتے ہوئے نام کو دیکھتے فوراً کال اٹینڈ کی۔

"السلام علیکم! کیسے ہو؟"

انھوں نے خوشگوار لہجے میں دریافت کیا۔

"ہاں____میں بالکل ٹھیک ہوں اور تمھاری بھتیجی بھی بالکل ٹھیک ہے۔"

دوسری طرف کی بات سنتے وہ ہنس دیے۔

"بہت شرارتی ہو گئی ہے تم آؤ گے تو دیکھنا اس معصوم بچی کو۔

اور ہاں اس کی تو کیا بتاؤں تمھیں؟ تم بالکل ٹھیک کہتے تھے وہ بہت ہی اکھڑ دماغ ہے اتنے دن ہو گئے ہیں یہاں آئے اسے لیکن مجال ہے جو کسی سے بنائی ہو سارے محلے والے دور بھاگتے ہیں اس سے اب تو۔

خوش بخت تو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑی تھی مگر اب تو وہ بھی منہ پھلائے بیٹھی ہے۔"

انھوں نے تفصیل بتائی۔

"لگتا ہے تمھارے خاندان میں سارے ہی ایسے ہیں اکھڑ مزاج تم بھی تو ایسے ہی تھے۔"

وہ پھر سے ہنس دیے۔

ان کی اپنے جگری دوست سے ایسے ہی لمبی اور بے فکر گفتگو ہوتی تھی پھر انھیں ارد گرد کا بھی ہوش نہ رہتا تھا۔

ثمامہ حویلی پہنچا تو وہاں بھونچال آیا ہوا تھا۔

کونین بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"ادا____وہ وہ"______

اس نے حویلی کی پچھلی طرف اشارہ کیا۔

"کیا ہوا؟؟؟"

اس نے کونین کو حوالہ دیا۔

"وہ بھرجائی بھورے رنگ کے گھوڑے پر سوار ہو گئی ہیں اب وہ قابو میں نہیں آ رہا۔"

اس کے بتانے پر ثمامہ گنگ رہ گیا۔

"چلیے نا ادا گھر میں کوئی اور مرد بھی نہیں ہے۔"

کونین کے جھنجھوڑنے پر وہ یک دم ہوش میں آتے بھاگا۔

اس نے اصطبل کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہاں پاس ہی بھورا گھوڑا نظر آیا جو گول گول گھوم رہا تھا اس کے اوپر انوشے چپکی ہوئی تھی۔

انوشے کی حالت دیکھتے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی جسے وہ جلدی سے چھپا گیا۔

وہ بھاگ کر وہاں پہنچا تو گھوڑا اسے دیکھتے ہی رک گیا۔ وہ اجنبی لوگوں سے خار کھاتا تھا مگر ثمامہ سے کافی مانوس تھا تبھی اس کے سر سہلانے پر نیچے ہو گیا۔

"اتر آئیں اب آپ"____

اس نے ہنوز گھوڑے کی پشت سے چپکی انوشے کو پکارا۔

وہ جھٹ سے چہرہ اوپر اٹھائے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے دیکھنے پر وہ یک دم سنجیدہ ہوتے رخ موڑ گیا۔

"میں زندہ ہوں؟؟؟"

وہ اجنبی نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ جس رفتار سے گھوڑا گھوما تھا اسے لگا تھا وہ اس دارفانی سے کوچ کر جائے گی۔

"آج تو زندہ بچ گئی ہیں اگر آئندہ ایسے ماہر گھڑ سوار بننے کی کوشش کی تو ضرور ایک آدھی ہڈی پسلی تڑوا لیں گیں۔"

اس نے تنبیہہ کی تو وہ نخوت سے سر جھٹک گئی۔

"مجھے کیا پتا تھا آپ کے گھوڑے بھی آپ لوگوں جیسے سڑیل ہوں گے ہمارے تو ہماری طرح بہت ہی سیدھے سادھے ہیں۔"

اس نے اسی کے منہ پر ان کے خاندان کی برائی کی تھی، ثمامہ کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

"ادا! منہ بند کرلیں ورنہ مکھی چلی جائے گی۔"

کونین جو تب سے کھڑی ان کی گفتگو سن رہی تھی مسکراتی ہوئی آگے آئی۔

ثمامہ جلدی سے سنجیدہ ہوتا وہاں سے چلا گیا۔

"اف یار____ میرا تو ابھی تک سر گھوم رہا ہے۔"

انوشے اپنے چکراتے سر کو بمشکل تھامتی اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔

ثمامہ رات کو سونے کے لیے لیٹا تو اس کے ذہن میں آج کا واقعہ گھوم گیا اسے انوشے کا ہونق پن یاد آیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔

اب اسے ڈراؤنے خواب نہیں آتے تھے کیونکہ اس کی سوچوں پر کوئی اور قبضہ جمانے لگا تھا جس کو وہ چپکے چپکے دیکھا کرتا تھا۔

اس نے رنگ ٹون پر فون اٹھایا تو یاور کے بے شمار میسجز تھے۔

"کمینے ایک دفعہ میرے ہاتھ آ سہی تیری ہڈیوں کا میں سرمہ بنا دوں گا۔"

وہ ایسے دھمکی آمیز پیغامات پڑھتا قہقہہ لگا گیا۔

عالم صاحب خوشی کو اداس دیکھتے اس کے لیے پٹھورے لانے کا سوچتے باہر نکل آئے تبھی ان کا فون بجنے لگا۔

وہ حیرت سے نمبر دیکھتے کان سے لگا گئے دوسری طرف کی بات سنتے وہ پیشانی مسلنے لگے۔

"اوکے اوکے تم فکر مت کرو میں دیکھ لیتا ہوں۔"

وہ تسلی دے کر فون بند کرتے جیب میں ڈالتے آگے بڑھے وہ گھر سے نکلتا دکھائی دیا تو وہ بے ساختہ اس کی طرف بڑھ گئے۔

"السلام علیکم بیٹا"____

ان کی آواز پر وہ ان کی طرف پلٹا تو وہ اس کی شدت گریہ سے سرخ آنکھیں دیکھتے لب بھینچ گئے۔

"وعلیکم السلام"!

اس نے دھیرے سے جواب دیا۔

"بیٹا____کافی دن سے میں آپ کو کھانے پر مدعو کرنا چاہ رہا تھا مگر آپ میرے ہاتھ ہی نہیں آتے اب لنچ ٹائم ہو رہا ہے تو آپ میرے ساتھ گھر چلو۔"

انھوں نے اس سے خوشگوار لہجے میں کہا۔

اس نے معذرت کرنا چاہی مگر وہ پہلے ہی بول پڑے۔

"دیکھو بیٹا اب منع مت کرنا آپ کی آنٹی خوش ہوں گیں آپ کو دیکھ کر۔"

ایک بزرگ کو ایسے شرمندہ کرنا اسے اچھا نہ لگا تو وہ بے زاری سے ان کے ساتھ چل پڑا۔

اس نے ان کا گھر بس باہر سے ہی دیکھا تھا اب اندر داخل ہو کر معلوم ہوا وہ چھوٹا مگر خوبصورت سا گھر تھا۔ صحن میں ایک طرف چھوٹا سا لان بنایا گیا تھا جس میں کیاریاں بنا کر پودینہ، گاجر، مولی، ہری مرچ اور ٹماٹر وغیرہ لگائے گئے تھے وہ حیرت سے شہر میں نفاست سے لگائے گئے پودے دیکھنے لگا جو کسی گاؤں کا منظر پیش کر رہے تھے۔

"یہ تمھاری آنٹی نے لگائے ہیں وہ گاؤں سے تعلق رکھتی ہے تو اس کو دیسی چیزیں ہی چاہیے ہوتی ہیں اور ساتھ ہماری بھی موج ہو جاتی ہے۔"

وہ اس کی حیرت بھانپتے ہوئے خود ہی بتانے لگے تو وہ خفیف سا مسکرا دیا۔

انھوں نے لاؤنج میں قدم رکھا تو وہ الٹ پلٹ تھا سیاہ رنگ کے صوفے تھے جن کے آف وائٹ کشن نیچے پڑے تھے۔ میز پر رکھے ڈبے میں سے پاپ کارن باہر بکھرے ہوئے تھے اور ایل ای ڈی پر چلتے پسوڑی نے پورے لاؤنج تباہی مچائی تھی۔

عالم صاحب شرمندگی محسوس کرتے جلدی جلدی سب کچھ درست کرنے لگے انھیں کیا معلوم تھا خوش بخت صاحبہ جو چند لمحوں پہلے یہاں شرافت سے لیٹی ہوئیں تھیں وہ ایسی تباہی مچائیں گیں۔اس کی ماں ہمیشہ کی طرح سیر سپاٹے پر نکلی ہوئی تھی جس پر اس نے آزادی نصیب ہوتے ہی اودھم مچادیا۔

انھوں نے بمشکل جگہ درست کرتے اسے صوفے پر بٹھایا اور خود ساتھ والے گھر سے ہاجرہ بیگم کو بلانے چلے گئے۔

وہ بے زاری سے بیٹھا پاؤں جھلاتے ہوئے ان کی واپسی کا انتظار کررہا تھا جب کچن سے خوش بخت نکلی اس کے ہاتھ میں کافی کا گرما گرم بھاپ اڑاتا ہوا مگ تھا جیسے ہی اس کی نظر صوفے پر پڑی وہ کڑے تیور لیے اسے گھورنے لگی جس پر وہ خوامخواہ میں اپنی جگہ چور سا بن گیا۔

"تم_____یہاں کیا کررہے ہو؟؟؟

شکایت لگانے آئے ہو؟؟؟

تمھیں تو میں اچھی طرح بتاتی ہوں میرے گھر میں کھڑے ہوکر میرا ہی کام بگاڑو گے۔

ابھی کے ابھی نکلو یہاں سے ورنہ یہ گرما گرم کافی تمھارے اوپر پھینک دوں گی۔"

وہ اس کی فراٹے بھرتی زبان کے جوہر دیکھتا احساسِ توہین سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"خوشی اے کی مذاق اے؟ شرم نی آندی تینوں مہمان نال انج گل کردے اوئے۔

(خوشی یہ کیا مذاق ہے؟ شرم نہیں آتی تمھیں مہمان کے ساتھ ایسے بات کرتے ہوئے(

اماں کی کرخت آواز سے وہ ان کی طرف گھومی۔

"او اماں تسی نی جاندے کیہو جا بندے اے جو تواڈا سوہنا مہمان بنیا؟"

(او اماں آپ نہیں جانتیں کس طرح کا بندہ ہے جو آپ کا پیارا مہمان بنا ہوا ہے(

اس نے اماں کو ڈرانا چاہا۔

"توں بکواس بند کر اپنی۔"

انھوں نے اس کی فضول گوئی پر ٹوکا تو وہ اس شخص کے سامنے اتنی بے عزتی پر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

"بیٹا جی تسی بے جاؤ تواڈے انکل کج سامان لین گئے نے،اس دی گل دا برا نی منانا عقل توں پیدل کڑی اے۔"

(بیٹا جی آپ بیٹھ جاؤ آپ کے انکل کچھ سامان لینے گئے ہیں،اس کی بات کا برا نہیں منانا عقل سے پیدل لڑکی ہے(

انھوں نے محبت سے اسے بیٹھنے کا کہا۔

وہ شرافت سے بیٹھ گیا ویسے بھی جس طرح سے اس لڑکی کی درگت بنائی گئی تھی اس کے سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔

وہ اس سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں وہ سندھی تھا مگر کچھ کچھ پنجابی بھی سمجھ لیتا تھا وہ بزرگ خاتون بہت دلچسپ تھیں۔ان کے بالوں سے سفیدی جھلک رہی تھی مگر چہرے پر شادابی تھی۔

وہاں وہ لنچ کے بعد کافی دیر رکا تھا خلاف توقع اس کا موڈ بھی خوشگوار تھا البتہ اسے وہ دوبارہ دکھائی نہیں دی تھی۔اپنے والدین کے بار بار اصرار پر بھی وہ لنچ کے لیے نہیں آئی تھی۔

اسے اصطبل کی صفائی کا سوچ سوچ کر ہی ابکائی آنے لگی تھی تبھی کونین نے داداسائیں کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر دو ملازم بھیج دیے جو جلدی جلدی صفائی کر کے جا چکے تھے۔

وہ اداسی سے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"پتا نہیں صفوان کو میری غیر موجودگی کا معلوم ہوا ہو گا تو اس نے کیسا ردعمل دیا ہو گا؟"

اس کی سوچوں کے تانے بانے حویلی والوں میں ہی الجھے تھے جب کوئی اس کے بہت قریب آ بیٹھا مراد کو دیکھتے ہی وہ بدک گئی۔

"شرم آنی چاہیے آپ کو یہ کیا حرکت تھی؟"

وہ اس کے اپنے ساتھ جڑ کر بیٹھنے پر سیخ پا ہو گئی۔

"تم ہمیشہ گہری سوچوں میں ڈوبی رہتی ہو۔ایسے کھوئی کھوئی سی کسی مصور کی حسین تخلیق لگتی ہو اور کسی شاعر کی خوبصورت شاعری جیسے "_____

وہ مزید بولتا اس سے پہلے ہی وہ چیخ پڑی۔

"شٹ اپ _____ مزید بکواس کی تو میں ابھی شور مچا کر سب کو اکٹھا کر لوں گی۔"

"اوہ واہ"_____

وہ پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔

"تم یعنی ایک ونی میں آئی لڑکی مراد سومرو کو دھمکی دے رہی ہو۔ چلو شاباش بلاؤ سب کو میں بھی دیکھتا ہوں کون تمھیں بچاتا ہے؟

تمھاری چال تم پر ہی نہ الٹ دی تو کہنا۔"

وہ سفاکی سے بولتا اس کے ہوش اڑا گیا، یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ یہاں سب اس کا یقین کیوں کرنے لگے جب اس کا شوہر ہی اس کا نہیں تھا؟

"لگتا ہے زور کا جھٹکا لگ گیا تمھیں تھوڑا وقت درکار ہے سنبھلنے کے لیے۔"

وہ اس کا گال تھپتھپا کر ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

انوشے نے بے دردی سے اپنا گال رگڑ ڈالا، وہ سوچ میں پڑ گئی اس شیطان صفت آدمی سے کیسے جان چھڑائے؟

ثمامہ بھی مراد کے پیچھے ہی حویلی پہنچا تھا اس نے اسے جب پچھلی طرف جاتے دیکھا تو اس کے تعاقب میں چل پڑا۔

انوشے اور مراد کو دور سے ہی ساتھ بیٹھے دیکھ کر اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں، وہ خود میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں پاتا تھا تبھی واپس پلٹ آیا۔

وہ غصے سے سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا شہانہ یک دم اس کے راستے میں آ کھڑیں ہوئیں۔ اس نے چونک کر انھیں دیکھا، ایسا زندگی میں پہلی بار ہو رہا تھا۔ وہ پہلے ہی غصے میں تھا اب اس کے چہرے پر ناگواری کی جھلک نظر آنے لگی۔

"بیٹا____مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

انھوں نے ہمت کر کے کہا۔

"کون ہیں آپ؟؟؟"

وہ ناسمجھی سے دیکھنے لگا۔

"میں تمھاری ماں" ____

صدمے سے ان کی آواز پھٹ گئی، ان کا بیٹا انھیں پہچاننے سے ہی انکاری تھا۔

"میری ماں نہیں ہے کوئی بھی" _____

وہ لفظ چبا چبا کر ادا کرتا آگے بڑھا۔

اسے ان کی سسکیاں سنائی دے رہیں تھیں مگر وہ پیچھے مڑ کر پتھر نہیں ہونا چاہتا تھا۔

وہ کافی دنوں سے خود پر ان کی توجہ محسوس کرنے لگا تھا وہ اس کے کمرے کی صفائی بھی خود کروانے لگیں تھیں اور کپڑے الماری میں سیٹ کر تیں۔اس کے کھانے پینے غرض ہر چیز کا خیال رکھتیں مگر اب اسے ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ اب اس بچپنے سے بہت آگے نکل آیا تھا۔

اب وہ بڑھاپے کی طرف جارہیں تھیں تو انھیں اپنے رویے کا پچھتاوا ہو رہا تھا۔وہ اپنی باقی ماندہ زندگی اور آخرت سنوارنا چاہتیں تھیں مگر وہ سب سمجھتا تھا۔

پاگل نہیں تھا جو دوسروں کے اندر کا حال نہ جان سکے وہ تو پھر اس کی ماں تھیں چاہے برائے نام ہی سہی۔

رات کو وہ بستر پر لیٹتے سونے کی کوشش کرنے لگا مگر اسے بار بار اپنی ماں کی سسکیاں سنائی دے رہیں تھیں اس کی برداشت کی حد ختم ہوئی تو وہ اٹھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچنے لگا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح سب سوچیں اپنے دماغ سے باہر پھینک دے تبھی اس کے فون پر میسج ٹون بجی نا چاہتے ہوئے بھی اس نے سکرین پر نظر ڈالی، یاور کا پیغام جگمگاتا دکھائی دیا۔

کسی دانشور سے پوچھا گیا کہ غصہ کیا ہے؟

خوبصورت جواب ملا:

"کسی کی غلطی کی سزا خود کو دینا۔"

اس کے تاثرات خود بخود ڈھیلے پڑ گئے،

وہ جانتا تھا یاور کو خبر مل چکی ہو گی آخر کو اس کا خفیہ کارندہ اس گھر میں موجود تھا۔ وہ اپنی ماں سے بات کرتے ہوئے اور مراد پر نظر رکھے ہوئے بھی اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ کون تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا، وہی لوگ اس دنیا میں اس سے بے لوث محبت کرتے تھے۔

ایک یاور اور دوسری وہ۔______

وہ مسکراتا ہوا آنکھیں موند گیا۔

بے شک اچھے دوست خدا کی نعمت ہوتے ہیں، وہ کہیں بھی رہتے ہوں بس ان کا ہونا کافی

ہوتا ہے۔

اس مراد کا کچھ کرنا پڑے گا، وہ اب پر سکون ہو چکا تھا۔

کونین پودوں میں کھدائی کرتی سخت کوفت کا شکار تھی اور اوپر سے زینب اور میرب کی بک

بک اسے زچ کرنے کو کافی تھی۔ وہ دونوں اسے لعن طعن کرنے میں مصروف تھیں

کیونکہ اس کی وجہ سے وہ اس جھنجھٹ میں پھنس گئیں تھیں۔

"نہیں ہو رہا تو جاؤ تم لوگ میں خود کر لوں گی، دفع ہو"______

وہ چیخی تو دونوں بتیسی دکھاتی سچ مچ بھاگ گئیں۔

کونین ہکا بکا رہ گئی یعنی احساس نام کی تو کوئی چیز ہی نہیں باقی رہی تھی ان میں۔ وہ یہاں

ملازمہ سے بھی کام نہیں کروا سکتی تھی کیونکہ لان گیٹ کے بالکل ساتھ تھا دادا سائیں کسی

بھی وقت آ سکتے تھے پھر ان کی خیر نہیں تھی، سزا میں مزید سختی کر دی جاتی۔

وہ ان دونوں کو زیر لب کوستی ہوئی کام میں لگی تھی۔

اسے کل سے ہی ثمامہ پر غصہ آرہا تھا اس نے چاہا تھا وہ آگے بڑھ کر مراد کی کٹ لگائے مگر وہ تو گونگا بنا رہا۔

جانے کب ہمت دکھائیں گے وہ؟

وہ مایوسی سے سوچنے لگی۔

"بی بی جی آپ کا فون بج رہا ہے۔"

ملازمہ اس کے پاس فون لے کر حاضر ہوئی۔

دیکھے بنا بھی وہ جانتی تھی یاور ہو گا۔

"آداب عرض ہے مادام" ______

وہ مسکراہٹ دبائے ہوئے بولا، بنا دیکھے بھی جانتا تھا وہ بہت غصہ میں ہو گی۔

"کیوں فون کیا ہے یہاں تو صبح ہے مگر وہاں تو رات ہو گی نا؟ تم کیا بدروحوں کی طرح ساری رات بھٹکتے پھرتے ہو؟"

توقع کے عین مطابق وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"اس کو خود سے جدا کیا میں نے

بس یہی جرم کیا اور کیا کیا میں نے"

اس کے گھمبیر لہجے پر وہ کچھ دیر خاموش رہ گئی۔

"اف بس یہ تم رانجھا بن جایا کرو ہر بات پر مجھے پھپھو جان کو بتانا ہی پڑے گا۔"

اس نے دھمکی دی۔

"اوہ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے پھر وہ جلد از جلد رخصتی کی تیاری کریں گیں۔

انھوں نے ویسے بھی نکاح اس لیے فٹافٹ کیا تھا کہیں میں بڑا ہو کر کسی گوری کے چکروں میں نہ پڑ جاؤں۔

یہ مشرقی مائیں جہاں بھی چلی جائیں لیکن ان کی اپنی اولاد کو لے کر انسیکیورٹی کبھی ختم نہیں ہوتی۔"

وہ جانے کیا کیا بولتا جا رہا تھا جب کو نین کو سامنے سے داداسائیں آتے دکھائی دیے۔

"شازمہ میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں، خدا حافظ"

وہ جلدی سے اپنی سہیلی کا حوالہ دیتی فون بند کر گئی۔

"کن باتوں میں لگا ہے تم؟ دھیان سے کام کرو۔"

انھوں نے اسے گھورا۔

"کام ہی کر رہی تھی بس سہیلی کا فون آگیا اسے ضروری" ______

"اچھا اچھا اب پورا بھاشن ہم کو مت سناؤ۔"

اس کی بات بیچ میں ٹوک کر وہ کوفت سے سر جھٹکتے آگے بڑھ گئے۔

کونین مسکراتی ہوئی کام کرنے لگی۔

"استغفراللہ پھر سے" ______

دوسری طرف وہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"اس شوارما کا کچھ کرنا پڑے گا۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے کھڑکی بند کی جس سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی اور بستر پر آلیٹا۔

زارا اور سارا دونوں کی گروپ ویڈیو کال تھی جس میں وہ اسے سمجھانے میں لگیں تھیں۔

ایسے ہی تو ہوتا تھا اماں انھیں شکایت کرتیں اور وہ دونوں اس کے سر پر سوار ہو جاتیں۔

اماں کا کہنا تھا کہ ان کا بوڑھا دماغ اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے سمجھانے کے چکروں میں الٹا ان کا ہی پارہ چڑھ جاتا تبھی وہ اس کی دونوں بہنوں کو یہ ڈیوٹی سونپ دیتیں۔

اب یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اس نے گھر آئے مہمان سے بدتمیزی کیوں کی؟

"میں نے وہی کیا جو وہ ڈیزرو کرتا تھا۔"

اس نے سر جھٹکا۔

"خوشی ____ یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

تم اتنی جنگلی تو نہیں تھی۔"

زارا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

وہ خود پر ضبط کرتی چہرہ موڑ گئی۔

"خوشی میری جان ____ کوئی بات تم ہم سے چھپا رہی ہو؟

ادھر دیکھو ہماری طرف۔"

سارا نے پیار سے بلایا۔

"تم ہمارے لیے ہمارے بچوں سے بڑھ کر ہو جانم یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

زارا آبدیدہ ہونے لگی۔

"اگر تم نے اب بھی چپ نہ توڑی تو ہم ابھی آ جائیں گے۔"

سارا کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

دونوں بہنیں جز بز ہو گئیں وہ اس کے آنسو پونچھنے سے قاصر تھیں۔ جب وہ رو چکی تو پھر

دھیرے دھیرے سب بتانے لگی۔

"یعنی اتنا کچھ ہو گیا اور تم ہمیں اب بتا رہی ہو" ______

زارا کو تو صدمہ لگ گیا۔

"اب بتا دیا نا" _____

اس نے الفاظ چبائے۔

"ہمم گویا احسان کیا ہے ہم پر" _____

سارا نے بھی منہ پھلایا۔

"ٹھیک ہے بند کر رہی ہوں میں، مرو اب" _____

اس نے انھیں گھورا۔

"تمیز سے ہاں تم سے کتنی بڑے ہیں ہم، کچھ شرم ہوتی ہے کچھ حیا ہوتی ہے۔"

سارا نے اسے شرم دلانے چاہی۔

وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی ٹھک سے کال بند کر دی۔

اب وہ پر سکون تھی سب کچھ انھیں جو بتا چکی تھی جو اس کی جان تھیں۔

بجرانی خاندان میں اس وقت بے چینی کا عالم تھا، صفوان کسی صورت آرام سے بیٹھنے والا نہیں تھا وہ ضرور آنے کی غلطی کرے گا۔

اگروہ آگیااور سومرو خاندان کے ہتھے چڑھ گیاتو____

اس سے آگے وہ سوچنا ہی نہیں چاہتے تھے۔

شیراز بجرانی پر سوچ نگاہوں سے سب کو دیکھتے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تم کہاں چل دیے؟"

صادق بجرانی نے پوچھا۔

"ایک ضروری کام ہے آتا ہوں۔"

وہ گاڑی میں آبیٹھے اور گارڈز کو بھی آنے سے منع کر دیا۔

انھیں آج اکیلے ہی یہ معاملہ حل کرنا تھا، آر یا پار جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔

شیراز بجرانی کھیتوں سے گزرتے ہوئے مخالفین کے علاقے میں داخل ہو چکے تھے۔وہ آج کل فصل کی کٹائی میں مصروف تھے اور ثمامہ نگرانی کے لیے وہیں موجود ہوتا تھا۔

"صاحب آپ____؟"

ملازمین نے چونک کر انھیں دیکھا۔

"ثمامہ کو کہو مجھے اس سے ملنا ہے۔"

انھوں نے سامنے کھیتوں میں ملازمین کو ہدایت دیتے ثمامہ کی طرف اشارہ کیا۔

"جی صاحب"____

ملازم کہتا جلدی سے بھاگا۔

اس نے ثمامہ کو کچھ کہا تو وہ پلٹ کر انھیں دیکھنے لگا پھر کچھ سوچ کر ان کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم! جی فرمایئے کیسے آنا ہوا؟"

اس لہجے میں ہلکی سی ناگواری محسوس کرتے وہ لب بھینچ گئے پھر گلا کھنکارتے ہوئے آنے کا مقصد بیان کرنے لگے۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے بیٹا____ اگر تم برا نہ مانو تو کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سن لو میں تمھیں بہت ضروری بات بتانا چاہتا ہوں۔"

ان کی بات پر ثمامہ نے چند لمحے ان کی التجا کرتی آنکھوں میں دیکھا اور سر اثبات میں ہلاتے ان کو لے کر ایک طرف چل پڑا۔

شیراز بجرانی نے اسے تمام حقائق سے آگاہ کیا تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔

"یہ سب غلط ہے میرا باپ جیسا بھی سہی مگر اس حد تک نہیں گر سکتا۔"

وہ چیخا تو انھوں نے لب بھینچ کر اپنا غصہ ضبط کیا۔

"اپنی ماں سے پوچھنا وہ تمھیں سب بتادے گی، اس پر تو یقین آجائے گا نا تمھیں؟"

وہ استہزائیہ لہجے میں کہتے ہنستے ہوئے واپسی کے لیے پلٹ گئے۔

ثمامہ سن ہوتے دماغ کے ساتھ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا راستے میں کافی بار اس کا

ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا مگر پرواہ کسے تھی؟

جتنے غصے میں وہ حویلی آیا تھا اتنی ہی خوشی اسے سامنے موجود لوگوں کو دیکھ کر ہوئی تھی مگر

کچھ تو گڑبڑ تھی۔

یاور کافی دنوں سے ثمامہ کو فون کر کر کے تھک چکا تھا مگر وہ اٹھانے کا نام ہی نہیں لے رہا

تھا تبھی اس نے سوچا پاکستان جا کر ہی اس کی طبیعت درست کی جائے۔

وہ آمنہ بیگم کو لے کر فلائٹ پکڑ چکا تھا جبکہ ذیشان سومرو بزنس میٹنگ کی وجہ سے

مصروف تھے۔

اس نے سرپرائز دینے کا سوچا تھا وہ جیسے ہی حویلی میں داخل ہوئے انھیں کو نین جھنجھلائی

ہوئی سی پودوں کی کانٹ چھانٹ کرتی دکھائی دی۔ وہ اس کی سزا سے واقف تھے تبھی

مسکراہٹ دبا گئے یاور کی ساری تھکاوٹ سرشاری میں بدل گئی وہ اس کی بچپن کی محبت تھی اب اتنے دنوں بعد اسے اپنی نگاہوں کے سامنے پاکر وہ شرارت سے مسکرایا تبھی اسے زچ کرنے کے لیے بلند آواز میں بولنے لگا۔

"ممی____اب دیکھیں مجھے یہاں لان میں کام کرتی ملازمہ میں بھی نین کی شبیہہ دکھائی دے رہی ہے،اب تو آپ کو رخصتی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔"

اس کی بات پر جہاں آمنہ بیگم نے مسکراہٹ دبائی تھی وہیں کونین نے اپنے دانت کچکچائے۔

وہ آگیا تھا اب اس کی زندگی میں سکون نام کی چیز باقی نہیں رہنے والی تھی۔

کونین اس کو اپنے سامنے پاکر جتنی خوش تھی اب جان بوجھ کر ناگواری دکھاتی آمنہ بیگم کے گلے لگ گئی پھر یاور کو اگنور کرتی انھیں ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔

اس کا ایٹیٹیوڈ دیکھتا یاور سر کھجا کر رہ گیا۔

سب گھر والے ان کی آمد کی خبر پر دوڑے چلے آئے تھے۔پوری حویلی میں ہلچل مچ چکی تھی اور ایسا صرف سلیم سومرو کی لاڈلی بیٹی کی آمد پر ہی ہوتا تھا۔وہ خود بھی بات بے بات قہقہے لگانے لگتے انھوں نے ہی اپنی بیٹی کی فرمائش پر کونین کا بچپن میں ہی نکاح کر دیا تھا۔

"کہاں ہے وہ بچی؟؟؟"

آمنہ بیگم کی بات پر جہاں سلیم سومرو نے پہلو بدلا تھا وہیں سب گھر والے انھیں دیکھنے لگے۔

"شہانہ بھابھی کہاں ہے آپ کی بہو؟"

آمنہ بیگم زیادہ تعلیم یافتہ تو نہیں تھیں مگر باشعور لوگوں میں رہنے کی وجہ سے ان کے لباس کے ساتھ ساتھ بولنے میں بھی سلجھاؤ آیا تھا۔

"کونسی بچی؟؟؟"

انھوں نے انجان بن کر پوچھا۔

"باباسائیں! آپ اچھی طرح جانتے ہیں میں کس کی بات کر رہی ہوں؟

کیا اس کے ساتھ بھی اماں جان جیسا سلوک کر رہے ہیں آپ؟"

آمنہ بیگم کی آواز بھرا گئی جس پر سلیم سومرو شرمندہ ہو گئے۔

وہاں آتے ثمامہ کا چہرہ خوشگوار حیرت میں ڈھل گیا وہ آگے بڑھنے لگا جب یک دم آمنہ بیگم کی کرخت آواز پر اسے اپنے قدم روکنے پڑے۔

"ثمامہ____مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی میرے بیٹے تم میرے پڑھائے گئے سبق کیسے بھول گئے؟ عورت پاؤں کی جوتی نہیں ہوتی وہ سر کا تاج ہوتی ہے اسے عزت دی جاتی ہے۔ تم بھی ان سب کے ساتھ مل گئے مجھے بہت افسوس ہوا ہے۔

میری بات یاد رکھنا عورت اپنی محبت بھول سکتی ہے مگر خود کو دی گئی عزت نہیں بھولتی۔

ارے! عورت کو رتبہ قرآن مجید نے دیا ہے تم کون ہوتے ہو اسے جھٹلانے والے؟

میں آج تک باباسائیں کو صرف اسی لیے معاف نہیں کر پائی ہوں یہ پھانس میرے دل میں رہ گئی ہے میری ماں کی تذلیل بچپن سے میرے آنکھوں کے سامنے ناچتی ہے ان کی سسکیاں کانوں میں گونجتی ہیں۔ باباسائیں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر جو کچھ ان کے ساتھ کیا وہ کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا تبھی تو میں تمھیں اور یاور کو ہمیشہ عورت کی عزت کا درس دیتی تھی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی جو مجھے پر خلوص اور محبت کرنے والا شوہر ملا ورنہ مجھے اپنے باپ کے کیے کی سزا بھگتنی پڑتی۔ تم کچھ اپنی آنے والی نسلوں کا ہی خیال کر لو۔"

وہ بولتے ہوئے زار و قطار رونے لگیں تھیں انھیں اپنی مری ہوئی ماں کے زخم رلا رہے تھے ان کی حالت پر سب کا دل کرلانے لگا۔ لڑکیاں تو ان کے ساتھ ہی رونے لگیں تھیں جبکہ باقی سب کی آنکھیں نم تھیں۔

ثمامہ کا شرمندگی سے زمین میں گڑھ جانے کو جی چاہا۔ وہاں صرف شہانہ تھیں جو مطمئن کھڑیں تھیں۔

یاور نم آنکھوں سے اپنی ماں کو ساتھ لگائے ان کے کمرے میں لے گیا لڑکیاں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھیں۔

آمنہ بیگم نے کونین کے ہاتھ انوشے کو بلا بھیجا، وہ تھوڑی نروس سی وہاں آئی اس نے ہمیشہ کی طرح چادر کا ایک کونا منہ میں دبایا ہوا تھا۔

یاور اور آمنہ بیگم کے چہرے پر اسے دیکھتے ہی ہلکی سی مسکراہٹ آگئی جس کو محسوس کرتی وہ مزید سٹپٹا گئی۔

"ادھر آؤ بچے اور تم سب لوگ باہر جاؤ شاباش"____

انھوں نے بیک وقت سب کو کہا۔

وہ جھجھکتی ہوئی ان کے ساتھ آ بیٹھی۔

انھوں نے چادر کو اس کے اوپر سے ہٹایا تو انھیں معلوم ہوا وہ بے حد پر کشش لڑکی تھی شفاف رنگت، گہری کالی آنکھیں، تیکھی ناک، سیاہ بال اور قد درمیانہ تھا ایسے کہ وہ ثمامہ کے کندھے تک آجاتی۔

وہ اس کا قلمی انگلیوں والا ہاتھ اٹھا کر بوسہ دے گئیں جس پر اس نے جھینپ کر چہرہ جھکا لیا۔

آمنہ بیگم اس کے شرمانے پر بے ساختہ قہقہہ لگا گئیں پھر اس کو ریلیکس کرنے کے لیے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔

وہ جلد ہی ان سے گھل مل گئی تھی تبھی بلا جھجک باتیں کرنے لگی۔

خوشی منہ پھلائے پاستا بنانے میں مصروف تھی کیونکہ یہ کام وہ اپنے مرضی سے نہیں کر رہی تھی بلکہ اس پر ابا نے حکم صادر کیا تھا۔

کل کی طرح آج بھی اس سڑیل کا لنچ ان کی طرف سے تھا۔

"خوش بخت! بچے میں جا رہا ہوں تم تھوڑی دیر بعد لے آنا اور ہاں____ تمیز سے اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر ورنہ جو تم نے اپنی دوست کی شادی میں جانے کی اجازت لی تھی وہ کینسل ہو جائے گی، مائنڈ اٹ۔"

وہ اسے اچھی طرح دھمکا کر چلے گئے، انھیں صبح سے کافی بار فون آ چکا تھا۔

"جی بالکل ابا"____

اس نے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجائی جبکہ آنکھیں متوقع بے عزتی کے احساس سے نم تھیں۔

دوسری طرف وہ جو صبح سے سر پکڑے لیٹا تھا دروازہ بجنے کی آواز پر جھنجھلا کر اٹھا وہ آج آفس بھی نہیں جا پایا تھا نہ کچھ کھایا تھا۔اس نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی عالم صاحب نرم مسکراہٹ لیے کھڑے تھے۔

ناجانے ایسا کیا تھا جو وہ ان کے ساتھ بے رخی سے بات نہیں کر پاتا تھا تبھی تحمل سے ان کے آنے کا مقصد نہیں جاننے لگا۔

"وہ ارحم سے پتا چلا تھا تم آج گھر سے باہر نہیں نکلے تو میں پریشان ہو گیا کہیں تمھاری طبیعت نہ خراب ہو تبھی چلا آیا۔

اب اندر آجاؤں ؟"

ان کی تفصیل پر وہ خواہ مخواہ شرمندہ ہوتے انھیں اندر آنے کا راستہ دے گیا۔وہ اب کافی بے تکلفی سے اسے 'تم' کہنے لگے تھے۔

"ارے بیٹا! دروازہ کھلا رہنے دو خوشی آ رہی ہے۔"

وہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے جبکہ اس کی حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں اب وہ 'بلا' کیوں آ رہی ہے؟

وہ سوچتا ہوا انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"بیٹھیے میں آپ کے لیے کچھ لاتا ہوں۔"

وہ مڑنے لگا تو انھوں نے جلدی سے ہاتھ پکڑ کر ساتھ بٹھا لیا۔

"یہ تکلف چھوڑو بس______میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

انھوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا پھر اس کا تھکا تھکا سا چہرہ بغور دیکھنے لگے۔

"بیٹا! رب کی رضا میں راضی ہونا سیکھو، رب راضی تو سب راضی۔

ہم پریشان اسی لیے رہتے ہیں کیونکہ ہم اس کے کیے گئے فیصلوں پر راضی ہونے کی بجائے انھیں اپنے مطابق موڑنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ وہ بہتر جانتا ہے ہمارے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا۔"

ان کی دھیمی مگر پر اثر آواز پر وہ ان کے چہرے کو بغور تکنے لگا تو کیا وہ جانتے تھے اس کے حال کے بارے میں؟

"بعض اوقات ہمیں لگتا ہے کہ یہ نہ ہوا تو کیا ہوگا اگر ہمیں فلاں چیز نہ ملی تو ہم اگلی سانس نہیں لے پائیں گے مگر______سب کچھ ہو جاتا ہے اور ہم ویسے ہی کھڑے رہتے ہیں زندہ اور بہت خوش باش بھی رہتے ہیں کیونکہ ہمیں صرف ہمارے نصیب کا لکھا ملتا ہے وہ جو ہمارے لیے بہترین ہوتا ہے۔

تمھیں جو چہروں سے خوش لوگ نظر آتے ہیں تو تم سوچتے ہو کتنے خوش قسمت ہیں یہ مطمئن اور خوشحال لیکن______تم یہ کبھی نہیں جان پاتے کہ وہ کتنے کٹھن راستوں سے گزرنے کے بعد یہاں پہنچے ہیں۔ان کی زندگی کے اوراق پلٹو گے تو تمھیں بہت سے درد ملیں گے جس نے انھیں تڑپایا تھا لیکن وہ وہیں ٹھہر نہیں گئے آگے بڑھتے رہے اس امید پر کہ ان کے رب نے ان کے لیے بھی کچھ بہتر لکھا ہوگا اور ان کا یہی پختہ یقین انھیں دنیا و آخرت دونوں جگہ سرخرو کروا دیتا ہے۔"

وہ بولتے جا رہے تھے اور اس نے ان کے چہرے پر سے نگاہیں نہیں ہٹائیں تھیں اسے اپنے اعصاب سے بوجھ اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ان سے کچھ پوچھنے کی تگ ودو میں ہی تھا تبھی خوشی نے اینٹری ماری۔

"السلام علیکم! لیجیے میں لے آئی ہوں آپ کے لیے گرما گرم لذیذ پاستا، کھایئے اور داد دیجیے۔"

خوشی کی چہکتی ہوئی آواز پر وہ آنکھیں چھوٹی کیے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

وہ یک دم اس کایاپلٹ پر حیران تھا کل تک تو وہ اسے کاٹ کھانے دوڑتی تھی اور اب_____۔

عالم صاحب نے خوشی کی اوور ایکٹنگ پر مسکراہٹ دبائے اسے نگاہوں ہی نگاہوں میں داد دی۔

وہ جانتے تھے ان کی بیٹی کو شادیاں کس حد تک پسند تھیں تبھی تو انھوں نے دھمکایا تھا۔

آمنہ پھپھو اسے بہت پسند آئیں تھیں اب بھی وہ ان کے کمرے میں جانے کے لیے راہداری سے گزرتی ہوئی سامنے سے آتیں شہانہ بیگم سے ٹکراتے ہوئے بچی۔

"سنو لڑکی____کیا نام ہے تمھارا؟"

شہانہ نے اس کے بھاگنے کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے پوچھا۔

"میں____میرا نام انو____شے۔"

جانے کیوں اسے اپنی ساس کے رتبے پر فائز یہ عورت پراسرار سی لگیتں تھیں۔

"ہمم ادھر آؤ میرے ساتھ۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئیں۔

انوشے دل ہی دل میں اپنی سلامتی کا ورد کرتی ان کے ساتھ گھسٹتی جا رہی تھی، راستے میں زرناب نے ناگواری سے یہ منظر دیکھا وہ اپنی تائی کو کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ ان کے آگے بولنے کی جرات تو گھر کے بڑوں میں بھی نہیں تھی۔

میرب نے بھی جب اس کی رونی صورت دیکھی تو زبردستی اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔

اسے کونین بری طرح یاد آئی جو اس وقت بھی لان میں تھی۔

انھوں نے اپنے کمرے میں جا کر ہی دم لیا پھر کنڈی لگا دی، انوشے کی آنکھیں ابل پڑیں کہیں وہ بھی تو کسی ظالم ساس کی طرح اس پر پیٹرول چھڑک کر آگ تو نہیں لگانے والی تھیں۔اس کے ذہن میں طرح طرح کے ہولناک واقعات گردش کرنے لگے۔

وہ اسے بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کرتیں خود بھی اس کے ساتھ آ بیٹھیں اور اس کا جائزہ لینے لگیں۔انوشے ان کی نگاہیں خود پر جمی دیکھ کر جزبز ہو رہی تھی تبھی ان کی کرخت آواز گونجی۔

"تم یہ سمجھنے کی غلطی ہر گز نہ کرنا لڑکی کہ میں تم سے یا تمھاری حرکتوں سے انجان ہوں۔ یہ جو بچیوں کے ساتھ کھیلتی پھرتی ہو شاید بھول گئی ہو تم کہ اس گھر میں کس کی وجہ سے موجود ہو؟

اب میری بات کان کھول کر سن لو آج سے تم میرے بیٹے کی ہر چیز کا خیال رکھو گی اس کا کھانا پینا، کپڑے جوتے اور اس کے گھر میں آنے جانے کی روٹین وغیرہ، سمجھ آئی میری بات؟؟؟"

انھوں نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔

"جی۔۔۔؟"

اس نے ہونق پن سے ان کا چہرہ دیکھا وہ کوئی چھوٹا بچہ تھوڑی تھا جو اس کا خیال رکھا جاتا مگر یہ بات وہ ان کے سامنے کہنے کی جراُت نہیں کر سکتی تھی تبھی لب سی لیے۔

"کیا تم فارسی زبان سمجھتی ہو جو میری سادہ الفاظ میں کی گئی بات تمھارے پلے نہیں پڑی، بی بی شوہر ہے وہ تمھارا تو اسی لیے فرض بنتا ہے تمھارا کہ اس کا خیال رکھو۔"

انھوں نے اسے لتاڑا۔

وہ سانس روکے ان کی ڈانٹ ڈپٹ سن رہی تھی اس کے جی میں آیا کہہ دے اگر اتنا ہی کا کا ہے وہ تو آپ اس کا خیال رکھیں ویسے بھی ایک بچے کو ماں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے مگر اے کاش ____ وہ یہ سب کہہ سکتی۔

"لگتا ہے تم کچھ بھی سیکھے بغیر یہاں آن وارد ہوئی ہو، مجھے ہی تمھیں سیدھا کرنا پڑے گا۔"

وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتیں پھر سے بولنے لگیں جبکہ ان کی بات پر انوشے کی آنکھیں پھیل گئیں۔

وہ حلیے سے کافی مذہبی خاتون لگتیں تھیں ماتھے تک سفید چادر سے خود کو لپیٹے پرنور سا چہرہ اور ہمیشہ سادہ لباس زیب تن کرتیں۔ ثمامہ میں ان کی ہلکی سی شبیہ دکھائی دیتی تھی۔

"جی ____ وہ میں مطلب میں کیسے کر سکتی ہوں؟"

وہ گڑبڑائی۔

"کیوں نہیں کر سکتی؟؟؟"

انھوں نے گھورا۔

"آہم وہ دادا سائیں کو برا لگے گا۔"

اس نے توجیہ پیش کی۔

"ان کو کیوں برا لگے گا؟؟؟

تم میرے بیٹے کی بیوی ہو کسی کی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ مجھے کسی بات سے منع کر سکے سمجھی تم؟

ایک بات یاد رکھنا میری ______ گھر والوں سے یا اپنے بیٹے سے میرے جیسے بھی تعلق سہی لیکن تم اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی نہ کرنا۔"

ان کی وارننگ پر وہ جھٹ سے اثبات میں سر ہلا گئی۔

"اب جاؤ اور جا کر ثمامہ کا کمرہ درست کرو۔"

انھوں نے حکم صادر کیا تو وہ جیل سے فرار ہوتے قیدی کی طرح سرپٹ دوڑی بھاگتے بھاگتے وہ ثمامہ کے کمرے میں داخل ہونے لگی تو باہر نکلتے ہوئے ثمامہ سے زوردار تصادم ہوا جس سے اس کا سر گھومنے لگا اس سے پہلے کہ وہ نیچے جا گرتی اسے جھٹ سے کمر میں بازو ڈال کر بچا لیا گیا۔چند لمحے لگے تھے اسے حواس بحال کرنے میں اس نے چہرہ اوپر کر کے دیکھا تو وہ بھی اس کی طرف ہی متوجہ تھا اب اس کی گہری آنکھوں کو تکنے لگا جس نے پہلے دن ہی اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

وہ دونوں یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھنے میں محو تھے جب کوئی کھنکارا وہ ایک دم بوکھلا کر دور ہوئے دوسری طرف موجود زرناب نے کھا جانے والی نظروں سے انوشے کو دیکھا۔

ثمامہ سر کھجاتا ہوا وہاں سے نکل گیا تو زرناب آگے بڑھ آئی۔

"تو بی بی اب تم اپنی اوقات دکھانے لگی ہو مجھے تو اس دن کا بے صبری سے انتظار تھا جب تم اپنے اصلی رنگ میں نظر آؤ۔میں نے کالج سے تمھارے بہت قصے سنے تھے کسی کزن سے چکر تھا نا تمھارا؟؟؟؟"

زرناب کی کاٹ دار آواز پر اس کا رنگ سفید پڑ گیا، یہ کیا کہہ رہی تھی وہ؟

"تم_____اپنی بکواس بند کرو سمجھیں، اگر مزید کوئی گھٹیا بات کی تو منہ توڑ دوں گی میں تمھارا۔"

انوشے کی شدت گریہ سے آواز پھٹ گئی تھی اسے کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا اپنا پیارا گھر، اپنے لوگ اور وہ"_____

"تم تمیز سے بات کرو مجھ سے ورنہ"_____

اس سے پہلے کہ وہ اسے مارنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھا پاتی تبھی کسی نے اسے للکارا اس آواز پر زرناب کا رنگ اڑ گیا تھا۔

"تم لڑکی اپنی حد میں رہو، خبردار جو آئندہ ایسا سوچا بھی تو اس کا جواب میں خود تمھیں دوں گی وہ بھی سود سمیت۔"

شہانہ کی دھمکی پر زرناب فوراً وہاں سے کھسک گئی۔ان سب کزنز کو بچپن سے ہی اپنی تائی سے ڈر لگتا تھا کیونکہ وہ سب سے کھنچی کھنچی رہتیں تھیں اب ایک دم ان کا ایسے جلالی موڈ میں آجانا کسی کے لیے بھی ہضم کرنا آسان نہیں تھا۔

"میں نے تمھیں کیا کہا تھا؟"

اب وہ اس کی طرف گھومیں۔

وہ تو اسے دیکھنے آئیں تھیں آیا وہ کام کر رہی ہے یا نہیں مگر یہاں الگ ہی محاذ کھلا تھا۔

"جی وہ بس میں جا ہی رہی تھی پھر"_____

وہ دوپٹے کا پلو مروڑنے لگی، جانے کس خاندانی سیاست کے درمیان پھنس گئی تھی وہ بیچاری اس نے خود پر افسوس کیا۔

"باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے کام پہ دھیان دو، جاؤ اب اس کے کمرے میں۔"

ان کی بے زاری پر وہ جلدی سے کمرے میں داخل ہونے لگی۔

"کام ختم کر کے میرے پاس آنا۔"

انھوں نے پیچھے سے نیا حکم صادر کیا تو وہ سر ہلاتی آگے بڑھ گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی آنکھوں میں ستائش ابھری، کمرے کی تھیم گرے تھی جو بہت خوبصورت لگ رہی تھی جبکہ کمرے صاف ستھرا تھا اس نے الماریاں چیک کیں تو کپڑے بھی ترتیب سے سجے تھے نیز ہر چیز نفاست سے رکھی تھی۔ پہلے اس نے سوچا باہر چلی جائے مگر پھر شہانہ کے خوف سے وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔ ثمامہ کی طرف اس کا ذہن گیا تو کچھ دیر پہلے والا منظر یاد کر کے وہ سرخ پڑ گئی۔ اسے اب دور دور تک ثمامہ کے لوٹنے کے آثار نہیں لگ رہے تھے تبھی آرام سے بیٹھی پاؤں جھلانے لگی۔ وہ اتنی تھکی ہوئی تھی صبح سے بھاگ بھاگ کر مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہوئے کہ اب پر سکون ماحول میں اسے نیند آگئی۔

یاور اِدھر اُدھر سب سے باتوں میں مصروف رہا مگر ثمامہ کو گھاس تک نہیں ڈال رہا تھا۔

جب ثمامہ سے مزید برداشت نہ ہوا تو وہ اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔

"اب یہ اکڑ دکھا کر تم کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو؟"

اس نے یاور کی طرف ابرو اچکائی۔

"وہی جو تمھیں کبھی احساس نہیں ہوتا،اب بھی کیوں آئے ہو؟؟؟"

یاور نے روٹھی ہوئی محبوبہ کی طرح شکوہ کیا تو بے ساختہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ سمائی۔

یاور نے اسے مسکراتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اسے دونوں بازوؤں میں دبوچ لیا۔

"اب تیرے دانت نکل رہے ہیں کمینے"____

وہ دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگے ہوئے تھے ان کی دوستی ہر دم تازہ رہتی تھی۔

بعض دوست ایسے ہی ہوتے ہیں آپ ان سے سالوں نہ مل پاؤ نہ ہی کوئی بات ہو مگر جیسے ہی وہ سامنے آ کھڑے ہوں ایسا لگتا ہے کبھی الگ ہوئے ہی نہیں تھے۔

"یار پھپھو کو کیسے مناؤں؟؟؟

وہ سخت والی ناراض ہو گئیں ہیں اور اوپر سے تگڑا باڈی گارڈ بھی رکھ لیا ہے۔"

اس نے پریشانی بتائی تو اس کے منہ پھلا کر کہنے پر یاور ہنس دیا۔

"یہ کونسی بڑی بات ہے تم اس سے بات چیت کرو اور مسئلہ حل"____

یاور نے ایسے کہا جیسے عام سی بات ہو مگر جس کے لیے وہ کہہ رہا تھا اس کے لیے بات ہی کرنا تو مشکل تھی۔

"ہاہ____ تمھیں اتنی سیدھی لگتی ہے جیسے وہ تو مان ہی جائے گی میری بات، ہونہہ۔"

اس کے ناک بھوں چڑھانے پر یاور نے مسکراہٹ دبائی وہ ایسے چڑچڑا ہوتا اسے بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔

"گستاخ تم بھول رہے ہو شاید____ وہ میری منکوحہ ہے۔"

یاور نے مصنوعی غصہ دکھایا جس پر اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی جیسے اسے کوئی پرواہ ہی نہ ہو۔

"جس طرح تمھاری درگت بنتی ہے نا اس کے ہاتھوں وہ بھی میں اچھی طرح جانتا ہوں منکوح صاحب۔"

اس کی بات پر یاور نے جھینپ مٹانے کی خاطر رخ موڑ لیا۔

"زیادہ زبان لگ گئی ہے تمھیں کہیں یہ کسی کے آنے کا اثر تو نہیں۔"

یاور نے اسے گھورا تو اس کے کان سرخ ہو گئے کیونکہ اس کی نگاہوں میں کچھ دیر پہلے کا منظر گھوم گیا تھا۔

"بکواس بند کر اپنی اور سیدھی طرح چل کر میری بات سن اب تجھے ہی اس بلا کو وہاں سے ہٹانا ہے باقی میں پھپھو کو خود ہی منا لوں گا۔"

ثمامہ نے اسے آگے دھکیلا تو وہ مزید پھیل گیا۔

"جی نہیں پہلے آپ جناب اپنے کمرے میں چل کر مجھے تمام تفصیلات بتائیں شروع سے آخر تک کہیں کوئی پیار ویار کا سین تو نہیں۔"

یاور کے کہنے پر ثمامہ سیدھا ہوا۔

"یہ اول فول بکنے کے علاوہ تمھیں کچھ نہیں آتا کیا؟؟؟

تمھیں اچھی طرح پتا ہے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی کسی لڑکی کے چکر میں نہیں پڑا میں مجھے ان سب خرافات سے سخت چڑ ہے وہ تو"_____

وہ دونوں بولتے بولتے جیسے ہی کمرے میں داخل ہوئے تو دھک سے رہ گئے۔

یاور نے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ جھینپ گیا خوامخواہ ہی اس لڑکی نے اسے شرمندہ کروا دیا تھا۔

وہ اس کے کمرے میں اسی کے صوفے پر ایسے لیٹی تھی جیسے اس کا اپنا ہو اور ہمیشہ سے یہیں رہتی آئی ہو حالانکہ اس کا تو آج ہی اس سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ وہ جب سے اس کے نکاح میں

آئی تھی تب سے وہ دونوں ایک دوسرے سے بچتے پھرتے تھے مگر آج اسے یہاں دیکھ کر وہ واقعی حیران تھا۔

"میں جگاتا ہوں اسے، ہمت بھی کیسے کی میرے کمرے میں آکر ایسے حق جمانے کی۔"

وہ تن فن کرتا آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا پھر سر کھجانے لگا۔

"لیکن میں کہوں گا کیا اور کیسے؟؟؟؟"

اس کی اضطراری کیفیت پر یاور نے تاسف سے سر ہلایا جانے وہ کب نارمل ہوگا؟

"تو رہنے دے آ جا ہم موم کے پاس چلتے ہیں انھیں منانا بھی تو ہے تمھیں۔"

اس کے کندھا تھپتھپا کر کہنے پر وہ باہر نکلتے نکلتے مڑ کر ایک نظر اس پر ڈالنا نہ بھولا جو دوپٹے میں لپٹی ہوئی سو رہی تھی بالکل بے فکر۔

وہ لوگ جب آمنہ بیگم کے کمرے کے پاس پہنچے تو پلک جھپکتے ہی کو نین ان کے راستے میں حائل ہوگئی۔

"اسٹاپ اسٹاپ! کہاں بھاگے چلے جا رہے ہیں؟

میں آپ کو مطلع کر دوں کہ ان جناب کا داخلہ ممنوع ہے کمرے میں سو یہیں سے واپس پلٹ جائیں۔"

کونین نے تیوری چڑھائے ثمامہ کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ تو معلوم ہے مجھے مگر دیکھو تو تم یہ جسے تم اپنا سب سے پیارا بھائی کہتی ہو اس کا کتنا سا منہ نکل آیا ہے موم کا سوچ سوچ کر اف"____

یاور نے ثمامہ کی طرف دیکھا جو کہیں پیچھے ہی الجھا تھا اور اس کی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے کونین کو گھیرا۔

"ہیں_____ کیا سچ میں پریشان ہیں یہ ؟؟؟

پھر پہلے کیوں نہیں آئے ؟"

اس کا دل پسیجا پھر یک دم الرٹ ہوئی۔

"وہ____ وہ تو یہ تم سے جھجک رہا تھا تم تو جانتی ہو نا اس کو؟؟؟"

یاور نے کھسیانی ہنسی ہنس کر کہا۔

"ہمم ٹھیک ہے پھر_____ جائیں ادا آپ اندر۔"

اس کے بولنے پر ثمامہ خیالات سے چونکا اور کوئی بھی بات جانے بغیر تیزی سے اندر بڑھا۔

"کیا ہے اب ؟؟؟؟"

وہ جو جانے کے لیے پلٹی تھی یاور کی سیٹی پر اس کی طرف گھومی۔

"کیا؟؟؟

میں نے تو کچھ نہیں کہا میں تو موسم انجوائے کرنے جا رہا تھا۔"

اس نے بے نیازی دکھائی۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں آپ کو ایسی چھچھورے پن سے گریز کیا کریں میرے سامنے۔"

اس کے غصے پر یاور نے آنکھیں گھمائیں۔

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے میں نے تمھارا ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلنے کی آفر کر دی ہو؟

اب میرے اتنے برے دن بھی نہیں آئے جو میں تمھاری منتیں کروں مجھے کمپنی دینے کے لیے اور بہت سی موجود ہیں ایک مسڈ کال کی دیر ہے بس"_____

اس نے کونین کو مزید چڑاتے ہوئے اپنا فون نکالا اور نمبر ڈائل کرتا وہاں سے مڑ گیا۔

کونین پیچھے کھڑی پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔

"بھاڑ میں جائیں یہ 'بہت سی' پھپھو کو بتاؤں گی تاکہ ان کی طبیعت درست کریں۔"

وہ اضطراب میں مبتلا ہوتی نئے سرے سے اس کے خلاف لائحہ عمل تیار کرنے لگی۔

ثمامہ نے پھپھو سے لاتعداد بار معافیاں مانگیں تب انھوں نے اسے معاف کرنے کی شرط رکھ دی جسے سن کر وہ ششدر رہ گیا مگر اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہ تھا تبھی چاروناچار اسے رضامندی دینی پڑی۔

اب حالات نیا رخ اختیار کرنے والے تھے۔

انوشے کی آنکھ کھلی تو وہ اجنبی نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی یک دم یاد آنے پر وہ جھٹ سے اٹھ کر باہر بھاگی ایسا نہ ہو کوئی اسے دیکھ لے وہ سب کی نظروں سے بچتی بچاتی کچن میں گھس گئی جہاں شام کے کھانے کی تیاری چل رہی تھی۔اس نے شکر ادا کیا کسی نے بھی اس کی غیر موجودگی کا نوٹس نہیں لیا تھا ورنہ گڑبڑ ہو جاتی۔

شام کے وقت کھانے کے لیے سب کو بلایا گیا تو وہ دونوں بھی باتوں کو درمیان میں روک کر کمرے سے باہر نکل آئے کھانے کی میز پر گہما گہمی تھی تبھی وہ بھی کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔

شہانہ بیگم کے اشارہ پر انوشے نے بادل ناخواستہ ثمامہ کے سامنے گرما گرم چپاتیاں اور باقی لوازمات لا رکھے جس پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا میز پر موجود باقی لوگوں میں سے کسی کے چہرے پر ناگواری تو کسی کے چہرے پر دبی دبی ہنسی تھی۔

وہ سب کو فراموش کیے ہر چیز اس کے سامنے ڈھیر کرتی جا رہی تھی ثمامہ نے آنکھیں پھیلائے اپنے سامنے رکھا کھانا دیکھا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے۔

"انوشے بیٹی ہم مانتے ہیں وہ آپ کے شوہر ہیں اور ان کی خدمت کرنا آپ کی اولین ترجیح ہونی چاہیے مگر ہم بھی بھوکے ہیں اگر تھوڑا سا کھانا ہمیں بھی مل جائے تو"____

آمنہ بیگم کی مسکراتی ہوئی آواز پر سب قہقہہ لگا گئے جبکہ زرناب، مراد اور سلیم سومرو نے بے ساختہ پہلو بدلا۔

انوشے سٹپٹا کر سب کی طرف متوجہ ہوئی اور خفت مٹانے کی خاطر جلدی جلدی ٹھیک سے کھانا لگانے لگی۔

"ملازمہ کر لے گی بیٹا____ آپ آکر بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔"

آمنہ بیگم کے حکم پر وہ ہچکچا کر کونین کے کرسی کھینچنے پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"واہ واہ بڑی خدمتیں ہو رہی ہیں۔"

یاور نے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا تو وہ اسے آنکھیں دکھاتا کھانا شروع کرنے لگا۔

"دعا پڑھ کر کھانا یا پھر بھابھی کے نوالے لینے کا انتظار کر وتا کہ پتا چل جائے اس میں چوہے مار دوا تو نہیں ملا رکھی۔"

یاور کی پھر سے کی گئی گوہر افشانی پر اس کے گلے میں نوالہ اٹکا تو وہ زور زور سے کھانسنے لگا۔

سب پریشانی سے اسے پانی تھمانے لگے جبکہ وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا شہانہ کے آنکھیں دکھانے پر انوشے بوکھلاہٹ میں کھڑی ہوتی زبردستی پانی کا گلاس اس کے منہ سے لگا گئی۔

اس کی اتنی بے باکی پر سب ساکت رہ گئے۔

"میں وہ ____ مجھے ڈر تھا ان کی طبیعت نہ خراب ہو جائے اسی لیے بس ____۔"

اسے جب اپنی بے وقوفی کا احساس ہوا تو صفائی پیش کرنے لگی۔

"کوئی بات نہیں بیٹے ہو جاتا ہے آپ کی فکر اچھی لگی مجھے۔"

آمنہ بیگم نے مسکرا کر اسے دلاسہ دیا اور ایک نظر ثمامہ کو دیکھا جو بیک وقت حیرانگی اور خفت سے سرخ پڑا ہوا تھا انھیں بے ساختہ اپنے لاڈلے بھتیجے پر پیار آیا۔

ان کی نظر میں وہ لڑکی اس کے لیے بالکل پرفیکٹ تھی۔

"آہم ____ دیکھا کھانے میں ضرور کوئی گڑ بڑ تھی۔"

یاور نے مسکراہٹ دبائے پھر اسے چھیڑا۔

"جی نہیں کھانا اب وہ نہیں بناتی۔"

اس نے کہتے ہی فوراً لب بھینچ لیے مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"اوہو____تو ہم سے پردہ داری تھی ورنہ جناب ساری خبر رکھتے ہیں۔"

یاور نے سمجھداری سے سر ہلایا۔

کونین اور یاور کو تو موقع مل گیا تھا دونوں کو چھیڑنے کا ان بے چاروں کی تو آج شامت آئی ہوئی تھی۔

گزشتہ اقساط کا خلاصہ:

انوشے کو اپنے کزن صفوان کے جرم کی پاداش میں مخالف خاندان کو خون بہا میں دے دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف صفوان جب شہر جاتا ہے تو وہاں خوش بخت نامی لڑکی اس کے لیے بلائے جان بن جاتی ہے۔

اب آگے پڑھیں:

آمنہ بیگم نے کونین کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ انوشے کو ثمامہ کے کمرے تک پہنچا آئے۔

اب وہ بری پھنسی تھی اس نے تو سوچا تھا سب کے اپنے کمرے میں جاتے ہی وہ غائب ہو جائے گی مگر یہاں تو الٹا دوسری مصیبت گلے پڑ گئی تھی۔

کونین نے اسے کمرے کے اندر دھکیل کر کھٹاک سے دروازہ بند کر دیا۔انوشے نے گڑبڑا کر سامنے دیکھا جہاں ثمامہ حیران و پریشان اسے تک رہا تھا اس کے دیکھنے پر نگاہیں چراتا اس کی طرف پشت کیے بیڈ پر دراز ہو گیا۔

وہ کشمکش و پیچ میں مبتلا کچھ دیر کھڑی رہی پھر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی صوفے پر بیٹھ گئی۔ابھی وہ سوچوں میں ڈوبی تھی جب اسے ثمامہ کی آواز سنائی دی۔

"مجھے اپنے کمرے میں اکیلا رہنے کی عادت ہے مگر یہ میری مجبوری ہے کہ مجھے آپ کو برداشت کرنا ہے سو بہتر ہو گا ہم دونوں ہی اجنبی بن کر رہیں،امید کرتا ہوں آپ مداخلت کرنے سے گریز کریں گیں۔"

اس کے دوٹوک لہجے پر وہ لب بھینچ گئی،جی میں تو آیا کہہ دے وہ بھی شوق سے یہاں نہیں آئی مگر بمشکل خود کو بولنے سے باز رکھا۔

"اب کیا مراقبے میں چلی گئی ہیں، آکر سو جائیں یا ساری رات وہیں بیٹھنے کا ارادہ ہے؟؟؟"

وہ تو غش کھا کر گرنے والی تھی آج پہلی بار وہ شخص اتنا بول رہا تھا بلکہ تاک تاک کر نشانے مار رہا تھا۔وہ عجلت میں اٹھی بیڈ پر ایک کونے میں لیٹتے سر تک چادر تان کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

@@@@@@@@@

عالم صاحب کے جاتے ہی وہ اٹھا اور دروازہ لاک کرتے ہی دوست سے گاڑی لیتا گاؤں جانے کے لیے نکل گیا۔

وہ گاؤں کی حدود سے باہر ہی تھا جب سامنے سے شیراز بجرانی کی گاڑی آتی دکھائی دی۔ان کے رکتے ہی اس نے بھی بریک لگایا۔دونوں گاڑی سے باہر نکل آئے۔انھوں نے اسے دیکھتے ہی جذباتی انداز میں گلے لگالیا۔

"چچا جان____ یہ کیا کردیا آپ لوگوں نے انو کو کیسے؟؟؟"

وہ ضبط کے باوجود رو دیا۔

"اوہ میرا شیر بچہ! مرد روتے نہیں ہیں۔"

انھوں نے اسے تھپکا۔

"کیوں مرد کیوں نہیں رو سکتا اسے درد نہیں ہوتا کیا یا اس کے پاس دل نہیں ہوتا؟؟؟؟"

وہ گویا چیخ گیا تھا۔

"بیٹا یہی اس کے اور تمھارے حق میں بہتر تھا۔ ہم نے بھلا ہی سوچا تھا بس وہ"_____

"کیسا بھلا؟؟؟ تب آپ لوگوں نے میری زندگی کا سوچا تھا تو اب بھی میں مر ہی گیا ہوں۔ زندہ لاش کا کیا کرنا ہے آپ لوگوں نے____؟ میں جا رہا ہوں اسے لے کر آؤں گا۔ نا جانے کیا سلوک کرتے ہوں گے اس کے ساتھ"_____

وہ مڑنے لگا تو انھوں نے زبردستی پکڑ لیا۔

"صفوان بیٹے میری بات سنو تم"_____

وہ مزید بولتے اس سے پہلے ہی وہاں گاڑی رکی عالم صاحب کو دیکھتے ہی وہ حیران رہ گیا جو اب گرمجوشی سے شیراز بجرانی کے گلے لگے ہوئے تھے۔

"شکر ہے یار تم نے بروقت روک لیا مجھے تو ڈر لگنے لگا تھا جب میرے جاسوس ارحم نے بتایا میں نے اسی وقت تمھیں فون کر دیا تھا اور فوراً خود بھی نکل گیا تھا۔ دیکھو ٹیکسی لے کر آنا پڑا"_____

وہ دونوں بچھڑے ہوئے یاروں کی طرح مل رہے تھے یہ بات صفوان کو ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

وہ جب اس کی طرف پلٹے تو اسے ہکا بکا کھڑے دیکھ کر قہقہ لگا اٹھے۔

"یہ عالم ہے میرا پرانا دوست اور ہم جماعت۔ میں جس دوست سے ہمیشہ شہر ملنے آتا رہتا ہوں وہ صاحب یہی تو ہیں۔ میری ہر اونچ نیچ کا ساتھ اور میری جان" ____

شیراز بجرانی نے عالم صاحب کے کندھے پر ہاتھ پھیلا کر تعارف کروایا تو وہ ہنس دیے۔

"ہاں تو اونچ نیچ کے بارے میں بات کرتے ہیں" ____

"بس کر دے اب بچے کے سامنے عزت رکھ لے۔"

انھوں نے عالم صاحب کو گھورا جس پر وہ بے نیازی سے کندھے جھٹک گئے۔

"آپ لوگوں کو مذاق سوجھ رہا ہے اور میری جان پر بنی ہے۔ میں تو یہ سوچ کر حیران ہوں کہ یہ اتنے دن سے مجھ پر نظر رکھے ہوئے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ عظیم الشان ہمسائے ہونے کا فرض نبھا رہے ہیں۔

یا اللہ میں کہاں پھنس گیا ہوں۔"

وہ اپنے بال نوچ رہا تھا جبکہ وہ دونوں آنکھوں ہی آنکھوں میں داد دے رہے تھے ایک دوسرے کو کیونکہ فی الوقت وہ اسے اپنے مسئلے میں الجھا چکے تھے۔

"یہاں کھڑے رہنا خطرناک ہے کسی بھی وقت سومرو خاندان سے کوئی آ سکتا ہے ہم شہر چل کر بات کرتے ہیں۔"

شیراز بجرانی کے کہنے پر صفوان کے نقوش تن گئے۔

"آ جانے دیں ایک آدھا اور میرے ہاتھوں سے مرے گا۔"

اس بات پر عالم صاحب بوکھلا گئے۔

"بچوں جیسی باتیں مت کرو بیٹے____ہم آرام سے بیٹھ کر بات کریں گے۔اس مسئلے کا کوئی حل نکالیں گے۔"

وہ اسے بہلا پھسلا کر ساتھ لے گئے تھے۔

@@@@@@@@@@@@

ثمامہ فجر سے پہلے جاگا تھا اس نے بیڈ کی بائیں طرف دیکھا تو وہ سکڑی سمٹی لیٹی تھی کچھ دیر وہ اسے دیکھتا رہا دل جانے کیوں گدگدایا تھا وہ زیر لب توبہ استغفار پڑھتا چپل پہن کر واش

روم چلا گیا۔ وضو کر کے اس نے سوچا جب انوشے کمرے سے چلی جائے گی تب واپس لوٹے گا تب تک کھیتوں میں واک کرتا رہے گا۔

وہ سورج کی کرنیں پھوٹتی دیکھ کر گھر واپس لوٹا تھا لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کا ٹکراؤ انوشے سے ہو گیا جو الماری میں کپڑے سیٹ کر رہی تھی۔ جانے کیوں اسے بے ساختہ غصہ آیا تھا جو وہ اس کے سر پر جا پہنچا۔

"ابھی تک یہاں کیا کر رہی ہو گئی کیوں نہیں باہر سب کیا سوچ رہے ہونگے؟ خود کی نہیں تو کم از کم میری عزت کی ہی پرواہ کر لو۔ اوہ تمھیں کیا فکر تمھاری تو خوشی کی کوئی حد نہیں ہو گی آخر کو کمرے میں جگہ جو مل گئی ہے۔ تم" ____

"آپ" ____

وہ کچھ بولتی اس سے پہلے ہی اس نے ٹوک دیا۔

"میری مجبوری ہے تمھیں یہاں برداشت کرنا ورنہ میں تو کسی مداخلت اپنی زندگی میں برداشت نہیں کرتا۔"

"انف از انف ____ بات سنیں میری دھیان سے، آپ کی طرح میں بھی یہاں اپنی مجبوری کی وجہ سے موجود ہوں ورنہ مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے کسی کے سر پر بلاوجہ سوار

ہونے کا مائنڈ اٹ"____

بلآخر اس کی برداشت جواب دی گئی تھی وہ اتنی ٹھنڈے مزاج کی نہیں تھی جتنی یہاں آکر خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کرتی تھی لیکن سب سے بڑھ کر اس کی عزت نفس کا کباڑا اسی شخص نے کیا تھا۔ جس پر اسے سخت تاؤ آرہا تھا۔

"جا رہی ہوں میں اور اب جواب اپنی پھپھو کو ہی دیجیے گا"____

وہ کپڑے بیڈ پر پٹختی جانے لگی تو ثمامہ گڑبڑا گیا۔

اس نے تو سوچا تھا کہ وہ اسے دبا لے گا مگر یہاں تو کایا پلٹ گئی تھی۔ یہ سب یاور کی پڑھائی گئی پٹی تھی تبھی اسے حوصلہ ملا تھا لیکن اب وہ کیا کرے اس نے بے چینی سے سر کھجایا۔

وہ عجلت میں اس کے پیچھے ہی باہر نکلا اس سے کیا بعید وہ لڑکی ہنگامہ ہی نہ کر دے صبح صبح، سب لوگ ناشتے کے لیے جمع تھے ان دونوں کو ایک ساتھ آگے پیچھے وہاں آتے دیکھ کر کچھ کی آنکھوں میں معنی خیزی تو کچھ کی آنکھوں میں ناگواری تھی۔

آؤ آؤ ماشاءاللہ! دونوں بیٹھو یہاں۔"

خلاف توقع شہانہ نے ان کا استقبال کیا تھا جس پر سب انھیں اچھنبے سے دیکھنے لگے مگر انھیں اب کسی کی پرواہ نہیں تھی فکر تھی تو بس اپنے بیٹے کی جسے انھوں نے پوری زندگی نظر انداز کیا تھا۔

ثمامہ لب بھینچے یاور کے ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا جس نے انوشے کے کڑے تیور دیکھتے ہی معاملہ بھانپ لیا تھا اور اب لاتعلقی اختیار کیے رغبت سے کھانا کھانے کی اداکاری کر رہا تھا مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی ثمامہ کے ہاتھوں درگت بنی پکی تھی۔

وہ جلدی جلدی ناشتہ کر کے وہاں سے نکلنے کے چکروں میں تھا جب ثمامہ نے اسے جالیا۔

"دیکھ بھائی میرا کوئی قصور نہیں ہے مجھے لگا جیسے نوے فیصد پاکستانی بیویاں شوہر کے سامنے دب جاتی ہیں ویسے تمھاری والی بھی خاموش ہو جائے گی مجھے کیا پتا تھا کہ وہ الٹا تجھے آڑے ہاتھوں لے گی؟"

اس نے گڑبڑا کر جواب دیا کیونکہ ثمامہ نے اسے گردن سے دبوچ رکھا تھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

ان دونوں میں ابھی مزید بات ہوتی اس سے پہلے ہی کونین نے مداخلت کر دی۔

"آں____ یہ کہہ رہا تھا اس نے پاکستانی لڑکی سے اسی لیے شادی کی ہے کیونکہ یہاں کی بیویاں اپنے شوہروں کی ہر ناجائز بات پر بھی خاموش رہتی ہیں۔"

"کیا!!!!_______؟؟؟"

ثمامہ کی بات پر کونین گویا چیخ اٹھی تھی وہ یاور کو اس کے حوالے کرتا وہاں سے کھسک لیا، اس کے نزدیک اس سے بہتر کوئی بدلہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

"نہیں وہ میں____میں___"

اس کے خونخوار تاثرات دیکھتے یاور کا خون خشک ہو گیا تھا۔

"میں بتاتی ہوں پھپھو کو ان کے لاڈلے سپوت کے کارنامے، پتا چلے ان کو بھی یہ کوئی اتنا بیبا بچہ نہیں ہے۔"

وہ فوراً جذباتی ہوتی اندر کی طرف بڑھی تھی، یاور اس کے پیچھے لپکا۔

"یارررر! میری بات تو سنو تم"____

@@@@@@@@@@@@

عالم صاحب شیر از بجرانی کے ساتھ ساتھ صفوان کو بھی اپنے گھر لے آئے تھے۔ہاجرہ بیگم کافی پیار سے ان کے ساتھ ملیں تھیں وہ شیر از بجرانی کو ہمیشہ سے اپنے بھائی کی طرح

سمجھتیں تھیں۔وہ ان کے گھر آتے جاتے رہتے تھے بس اب خاندانی مسائل کی وجہ سے کافی وقت بعد آنا ہوا تھا۔

"بچے تم اس بچی کی قربانی ضائع نہ کرو اس بچی نے جو کچھ کیا وہ صرف تمھارے لیے نہیں بلکہ اپنے والدین کے قتل کی وجہ جاننے کے لیے بھی کیا ہے۔اس لیے خود کو الزام مت دو بعض فیصلے ہمیں بہت تکلیف دیتے ہیں لیکن وہ ہمارے اچھے مستقبل کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔میں جانتا ہوں یہ تمہارے لیے آسان نہیں ہے لیکن ناممکن بھی تو نہیں ہے۔"

عالم صاحب نے ہاجرہ بیگم کے کچن میں جانے کے بعد شیراز بجرانی کے اشارے کرنے پر بات کا آغاز کیا۔

"مگر____آپ یہ مت بھولیں وہ دشمنوں کے گھر میں ہے جانے اس کے ساتھ کیا ہوتا ہو گا____؟"

"کچھ بھی برا نہیں ہوتا اس کے ساتھ ہماری ایک ملازمہ وہاں موجود ہے جو ہمیں پل پل کی خبریں دیتی رہتی ہے۔آج کل تو ویسے بھی ثمامہ کی پھپھو آئیں ہوئیں ہیں جو ناانصافی

برداشت نہیں کرتیں کسی بھی طرح کی، کافی بااصول خاتون ہیں۔انو سے بھی کافی محبت سے پیش آتی ہیں۔"

شیراز بجرانی نے اس کے جذباتی انداز پر اسے رام کرنا چاہا، ثمامہ کے ذکر پر اس نے مٹھیاں بھینچ لیں جیسے اسے ابھی مسل ڈالے گا۔

"السلام علیکم "____!

خوش بخت کی آواز نے یک دم ماحول بدل ڈالا تھا۔وہ پاس سے گزرنے لگی تو شیراز بجرانی بول اٹھے۔

"خوشی بچے____مجھ سے نہیں ملو گی؟؟؟"

"کون ہیں آپ؟؟؟

سوری میں نہیں جانتی آپ کو۔"

وہ لاعلمی کا اظہار کرتی ہاتھ باندھتے ہوئے انھیں اجنبی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے ویسے پرانے دوستوں کو بھول گئی ہو چچ چچ یاداشت تو کافی کمزور نکلی تمھاری"____

انھوں نے مصنوعی افسوس سے سر جھٹکا۔

"یاداشت میری نہیں آپ کی کمزور ہے جو مجھے بھول گئے تھے لگتا ہے بوڑھے ہو گئے

ہیں۔"

وہ بھی سوا سیر تھی۔

صفوان نے غصے سے اس بد دماغ لڑکی کو دیکھا جواب اس کے چچا سے منہ ماری کر رہی تھی

اور چچا بھی خوامخواہ اس سے فری ہو رہے تھے۔

"ہاں وہ میں بس ایسے ہی کچھ کاموں میں مصروف تھا تو آ ہی نہیں سکا"____

وہ گڑبڑائے کیونکہ اسے حقیقت سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے۔

"ہاں چلو بیٹا____غصہ تھوک دو دیکھو وہ کچھ مصروف تھے نا"____

"کہاں تھوکوں؟؟؟"

عالم صاحب کی بات پر اس نے دانت چباتے ہوئے صفوان کو گھورا جو اسے ناگواری سے

دیکھتے رخ موڑ گیا تھا۔

"کیا بدتمیزی اے خوش بخت؟؟؟

شرافت نال بے جا(بیٹھ)۔"

وہاں آتیں ہاجرہ بیگم نے اسے ٹوکا تو وہ جلدی سے شریف بچی بن کر بیٹھ گئی جس پر صفوان سمیت سب نے مسکراہٹ چھپائی۔

"کیسی ہو آپ؟ اب بھی وہی روٹین ہے یا کچھ اور مفید سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی ہو؟؟؟؟"

ان کی بات پر اس نے آنکھیں گھمائیں کیونکہ جھوٹ بھی نہیں بول سکتی تھی۔

"میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں آپ کے لیے" ـــــــ

اس نے رفو چکر ہونے میں ہی عافیت جانی۔

"ہاں بس پاستہ چک لیا نا سی ہو نہہ (بس پاستہ اٹھالانا ہے)۔"

ان کی بڑبڑاہٹ پر سب مسکرا دیے۔

@@@@@@@@@@

انوشے سارے گھر کے پردے دھلوانے کے لیے اتروا رہی تھی کہ شہانہ بیگم کا بلاوا آ گیا۔

وہ شش و پنج میں مبتلا تھی جب کو نین نے اسے ٹھوکا دیا۔

"واہ بھئی ____ کیا جادو کیا ہے ایسا اپنی ساسوماں پر جو یوں صدقے واری جا رہی ہیں؟؟؟

ہم نے تو ساری زندگی ان کی خدمتوں میں گزار دی مگر مجال ہے جو ذرا سا بھی مسکرا کر دیکھ لیں۔"

اس نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تو سب ہنس دیں۔

"جلدی جاؤ یار ____ ایسا نہ ہو کہ وہ یہیں آ جائیں۔"

میرب کے کہنے پر وہ رونے والی شکل بنانے لگی۔

"کچھ نہیں کہتیں بی بی یو شاباشے ____"

انھوں نے دلاسہ دیا تو وہ ورد کرتی ہوئی چل پڑی۔

"اتنی دیر سے کہاں تھیں؟؟؟"

ان کی سخت آواز پر وہ سہم گئی۔

"وہ میں بس کچھ کام ____"

"اچھا اچھا ____ ادھر آ کر بیٹھو۔"

اس کے بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ ٹوک گئیں اور اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگیں۔

وہ جھجھکتے ہوئے ان کے پاس آبیٹھی۔

"میں تمھیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔ تم جب سے آئی ہو سب کے دھوپ چھاؤں سے رویے سہہ رہی ہو جو یقیناً تمھاری سمجھ سے باہر ہیں۔اس لیے اب وقت آگیا ہے تمھیں سب پتا ہو کیونکہ میں چاہتی ہوں تم میرے بیٹے کے ساتھ پوری دلی رضامندی کے ساتھ زندگی گزارو میں مزید اسے خود سے لاپروا نہیں دیکھ سکتی۔ میں اسے مکمل خوشی کے ساتھ زندگی گزارتے دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ان کے اتنی لمبی چوڑی تمہید باندھنے پر وہ ناسمجھی سے انھیں دیکھنے لگی۔

"میں تمھیں ہم دونوں کے درمیان حائل دوریوں کی وجہ بتانا چاہتی ہوں۔ ہم دونوں کا رویہ کیوں ایک دوسرے کے ساتھ اجنبی ہے یا اس کی شخصیت میں خلا کیوں ہے۔ تم اس کی بیوی ہو سب معلوم ہونا چاہیے تمھیں۔"

وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں پھر بات کا آغاز کیا۔

"ثمامہ کے والد وہاب اور تمھارے بابا مہران دونوں ساتھ شہر یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ تم جانتی ہی ہو گی دونوں خاندانوں میں آباؤاجداد سے ہی دشمنی چلی آرہی ہے تو وہ دونوں

وہاں بھی اپنی دشمنی برقرار رکھے ہوئے تھے۔وہاب شروع سے ہی ع عیا____ ششش طبیعت کے تھے"____

ان کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش تھی تبھی خود پر قابو پانے کے لیے وہ کچھ لمحے رکیں شاید وہ اپنی کمزوری انوشے پر عیاں نہیں کرنا چاہتیں تھیں۔

"ان کے بہت سی لڑکیوں سے تعلقات رہتے تھے جس سے مہران کو کوئی مسئلہ نہیں تھا____ان دنوں یونیورسٹی میں ایک نئی خوبصورت لڑکی آئی تھی جو مہران سنجرانی کے جاننے والوں میں سے تھی۔وہاب اس لڑکی میں دلچسپی لینے لگے تھے مہران کے ایک دو بار منع کرنے پر بھی نہ مانے۔ایک دن وہ لڑکی کافی سہمی ہوئی سی مہران کے ڈیپارٹمنٹ جا پہنچی اس کے مطابق وہاب نے اسے حراساں کیا تھا۔مہران غصے میں وہاب کے پاس گئے جو کینٹین میں لنچ سے لطف اندوز ہورہے تھے۔بحث ومباحثے سے بڑھ کر بات ہاتھا پائی تک جا پہنچی،کافی تگ ودو کے بعد معاملہ طے پایا تھا لیکن اس سے وہاب کی بہت بدنامی ہوئی تھی جس وجہ سے ان کے دل میں مہران کے لیے نفرت پنپ رہی تھی رہی سہی کسر اس لڑکی کو بھیجے جانے والے رشتے نے پوری کردی تھی جس کی وجہ سے جھگڑا ہوا تھا۔وہاب شاید سچ میں اسے پسند کرنے لگے تھے اور انکار کو برداشت نہیں کر پائے۔اس لڑکی کی

جلدی میں بیرون ملک شادی کر دی گئی تھی۔

دونوں تعلیم مکمل کر کے واپس آ گئے تھے پھر شادیاں ہوئیں اور بچے ہو گئے۔سب کو لگا تھا معاملہ دب گیا ہے۔مہران کے لیے تو واقعی وہ معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا مگر وہاب کے اندر تو لاوا پک رہا تھا جسے نکلنے کا راستہ مل گیا______۔"

بولتے بولتے وہ ہانپنے لگیں تھیں۔

انوشے تو ساکت بیٹھی تھی یہ کیا سن رہی تھی وہ جس کا اس کے سامنے کسی نے کبھی ذکر نہیں کیا تھا۔

"پھر کیا ہوا تھا______؟"

وہ بمشکل بول پائی شاید اصل انکشاف سننے کا وقت آ پہنچا تھا۔

"وہاب رات کو کسی کام سے شہر جا رہے تھے جب انھیں راستے میں تمھارے بابا کی گاڑی نظر آئی وہ اور تمھاری ماں اکیلے تھے گاڑی میں شاید کوئی خرابی ہوئی تھی جو وہ باہر نکل کر چیک کر رہے تھے۔تمھاری ماں کو وہ بار بار اندر بیٹھنے کا کہہ رہے تھے شاید انھیں اپنی موت دکھائی دے چکی تھی تبھی وہاب اپنے گارڈز کے ساتھ ان کے سامنے جا کھڑے

ہوئے۔"

بولتے بولتے ان جیسی مضبوط خاتون کی بھی ہچکی بندھ گئی،انوشے تو گویا پتھر کی ہوگئی تھی۔

"بہت زیادہ جھگڑا ہوا تھا دونوں کا،وہاب نے سارا زہر اگلا تھا وہاں جو کچھ ان کے اندر اتنے سالوں سے پل رہا تھا پھر____پھر وہ جاتے ہوئے تمھارے"____

"تمھارے والدین کو کچل گئے تھے____اپنی گاڑیوں سے"____

یہ انکشاف ان کے لیے بہت بھاری تھا،انوشے آنکھیں پھاڑے انھیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ____آپ کو کیسے پتا چلا؟؟؟"

وہ بمشکل بول پائی۔

"میں نے اس دن انھیں بہت پریشان دیکھا تھا پھر ان کو اپنے ڈرائیور سے باتیں کرتے سنا۔"

انوشے زارو قطار رونے لگی تھی،شدت غم سے اس کا دل پھٹ رہا تھا۔

"یہ بات نا صرف میں بلکہ ثمامہ بھی جانتا تھا اس نے اپنے باپ کو مرنے سے پہلے نشے میں دھت دیکھا تھا جہاں انھوں نے یہ انکشافات کیے۔صفوان کی گاڑی سے ان کا ایکسیڈنٹ ضرور ہوا تھا مگر غلطی ان کی بھی تھی۔ان کے مرنے پر مجھے اور ثمامہ کو دکھ سے زیادہ

سکون ملا تھا ایسے بہت سے گھناؤنے فعل تھے جو ان کے جانے سے دب گئے تھے ورنہ جانے ابھی کیا کیا ہوتا اللہ تعالیٰ نے انھیں جلدی بلا کر گویا پردہ رکھ لیا۔ میرا تمھیں یہ سب بتانے کا مقصد معافی لینا نہیں ہے میں جانتی ہوں ان کا گناہ ایسا نہیں تھا جو معاف کیا جا سکے۔ میں بس یہ چاہتی ہوں کہ تم یہ جان جاؤ کہ ثمامہ نے کن کن حالات کا مقابلہ کیا ہے اور تم اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھو"_____

وہ نا جانے اسے اور کیا کیا ہدایات کر رہیں تھیں آخر کو ماں تھیں صرف اپنی اولاد کا سوچ رہیں تھیں مگر انوشے وہیں الجھی تھی وہ جس مقصد کے لیے یہاں آئی تھی وہ وجہ اسے مل گئی تھی۔

@@@@@@@@@

شیراز بجرانی بمشکل اسے بہلا کر وہیں رہنے پر آمادہ کر کے حویلی واپس آئے تو سب ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"کیا ہوا اچا سائیں؟؟؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟؟؟"

وریشہ نے فوراً جذباتی انداز میں پوچھا۔

"تم نے کسر تو نہیں چھوڑی تھی مگر اللہ کا شکر ہے کہ سب سنبھل گیا۔"

انھوں نے شرارتی لہجے میں بولتے ہوئے اس کا سر تھپکا جس پر سب کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"شکر ہے عالم نے بروقت اطلاع دے دی تھی۔"

صادق بجرانی نے سکون بھری سانس خارج کی۔

"جی بالکل لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسا جوشیلا خون ہے اس کا وہ زیادہ وقت نہیں رکے گا اس کا مستقل انتظام کرنا ضروری ہے۔"

ان کی بات پر سب چونکے۔

"کیسا انتظام؟؟؟"

صادق بجرانی نے سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھا۔

"ہمیں اس کی شادی کر دینی چاہیے وہیں پر____اس کے لیے میرے پاس بہترین رشتہ موجود ہے۔"

"لیکن چچا سائیں! وہ مانے تبھی نا"____

سہراب نے بے چینی سے کہا۔

"منانا پڑے گا یار____جب شادی ہو جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"لڑکی کون ہے؟؟؟"

صفوان کی امی نے پوچھا تو وہ مسکرا دیے۔

"بھابھی! آپ نے بالکل روایتی ماؤں والا سوال پوچھا ہے۔"

"پھر بتائیں نا چچا سائیں"____

وریشہ نے بھی بے تابی دکھائی۔

"وہ میرے دوست عالم کی بیٹی ہے خوش بخت____بالکل اپنے نام کی طرح ہے خوش باش اور نٹ کھٹ سی مجھے پورا یقین ہے صفوان کو سارے غم بھلا دے گی۔"

انھوں نے پر سوچ لہجے میں جواب دیا۔

"ہمم چلو بات کر کے دیکھتے ہیں بلکہ سب زور لگاؤ شاید مان جائے____کیوں بابا سائیں؟؟؟"

یوسف بجرانی نے اپنے والد کی رضامندی جاننا چاہی۔

"ٹھیک ہے بھئی کر لو سب لوگ بھرپور کوششیں"____

انھوں نے گویا سب کو اس کام پر لگایا۔

@@@@@@@@@

سچ جاننے کے بعد سے انوشے مزید کھوئی کھوئی رہنے لگی تھی جو گھر کے باقی افراد کے ساتھ ساتھ ثمامہ بھی محسوس کر رہا تھا لیکن کچھ پوچھنے سے قاصر تھا ایک تو فطری جھجھک آڑے آ رہی تھی دوسرا اس نے خود ہی طے کیا تھا کہ وہ دونوں اجنبی بن کر رہیں گے۔

اس دن سب لوگ قریبی گاؤں شادی میں گئے تھے کونین نے زور لگایا تھا وہ بھی ساتھ چلے مگر وہ نہ گئی اسے سلیم سومرو سے خوف آتا تھا۔ ملازمین باہر کام کر رہے تھے جبکہ وہ کچن میں اپنے کھانے کے لیے کچھ بنا رہی تھی۔

خود میں مگن اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی احساس ہوا تو جھٹکے سے پلٹی اور مراد کو دیکھ کر بھونچکا رہ گئی۔

"تم____گئے نہیں ش__شادی میں____؟"

وہ خود کو اکیلا تصور کر کے ہی بوکھلا گئی تھی۔

"جانا تھا پھر سوچا تم اکیلی ہو گی آخر تمھارے پاس بھی تو کسی کو ہونا چاہیے نا"____

اس کے معنی خیز قہقہے پر وہ کپکپا گئی۔

"دیکھو____میں بالکل بھی اکیلی نہیں ہوں ملازم ہیں یہاں پر تم چلے جاؤ۔"

خود کو پر اعتماد ظاہر کرتی وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"ایسے کیسے چلا جاؤں تمھیں سبق بھی تو سکھانا ہے نا جو بہت اکڑ رہی تھی اس دن"____

اس کی مکروہ مسکراہٹ نے انوشے کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجادی تھی۔

"جائیں آپ یہاں سے ورنہ میں شور مچادوں گی"____

اس کی بودی سی دھمکی پر وہ مزید آگے بڑھ آیا۔

"اچھا____مچاؤ شور"____

اس کے تیور دیکھ کر وہ سہم گئی تھی پھر یک دم چاقو اٹھا کر اسے دور کرنے کی کوشش کی

جس سے مراد بھی گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"رکھو اسے فوراً"____

وہ غرایا تھا لیکن وہ خونخوار تاثرات لیے آگے بڑھ آئی۔

"میرا راستہ چھوڑو ورنہ مار ڈالوں گی تمھیں میں"____

اس نے چیخ کر کہا تو مراد پیچھے ہٹ گیا۔

وہ کچن سے نکل آئی لیکن تمام ملازمین کو غائب دیکھ کر اس کا سانس اٹکا تھا یعنی وہ پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا اسے سمجھ نہ آئی کسے بلائے۔

وہ ساکت کھڑی سوچوں میں گم تھی جب جھٹکے سے چاقو اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا گیا۔

مراد اسے سہمی ہوئی ہرنی کی طرح دیکھ کر ہنسا تھا اور کافی دیر تک ہنستا رہا۔

وہ اسے دھکا دیتی باہر بھاگی تھی اس کے پیچھے بھاگتے مراد کے ہاتھ صرف اس کا دوپٹہ ہی آ پایا تھا۔

وہ گیٹ کی طرف آئی تو اندر داخل ہوتے ثمامہ اور یاور کو دیکھ کر اس کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

"پلیز! مجھے بچا لیں میں____میں____وہ"____

وہ ثمامہ کے پاس سے گزرتی ہوئی یاور کے پیچھے جا چھپی تھی جیسے یقین ہو صرف وہی اسے بچا سکتا ہے۔

وہ دونوں اس کی حالت دیکھتے بھونچکارہ گئے تھے جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور دوپٹہ ندارد۔ ثمامہ تو ابھی تک یہ سوچ رہا تھا وہ اس کے پاس کیوں نہیں آئی؟

"بھابھی____ریلیکس رہیں اور یہ بتائیں کیا ہوا ہے؟؟؟"

یاور نے اسے دلاسا دیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"وہ____وہ"______

اس کی سانس پھول رہی تھی پھر وہ سامنے کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

ثمامہ ضبط سے مٹھیاں بھینچے اپنی واسکٹ انوشے کے کندھوں پر ڈال گیا۔

مراد وہاں آیا تو اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ دونوں اتنی جلدی لوٹ آئیں گے۔اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ اندر کی طرف بھاگتا یاور کی اس پر نگاہ پڑ گئی۔

"کمینے انسان تو______تجھے تو کوئی ضروری کام تھا نا؟؟؟"

اس سے پہلے کہ وہ اس کی طرف بڑھتا مراد چلایا۔

"اس نے بلایا تھا مجھے خود____یہ بے حیا اور بے غیرت لڑکی"____

اس سے پہلے کہ وہ مزید غلاظت بکتا ثمامہ کے مکے نے اس کی بولتی بند کر دی تھی۔

"جگہ جگہ منہ ماری کرتا پھرتا ہے تو ذلیل انسان اور اب یہاں گھر میں نقب لگانے آ گیا ہے۔تجھے میں زندہ نہیں چھوڑوں گا آج____بہت برداشت کر لیا تجھے"____

اس کا ایسا روپ دیکھ کر انوشے تو انوشے ساتھ یاور بھی گھبرا گیا تھا جو مراد کے چہرے پر پے

در پے ٹھوکریں رسید کر رہا تھا۔

گھر کے باقی افراد بھی گھر پہنچ گئے تھے۔ چچا اور چچی اپنے بیٹے کی ایسی حالت دیکھتے بھاگے

آئے تھے۔

"ثمامہ____ بچے یہ کیا کر رہے تھے تم؟"

سلیم سومرو چلائے تھے۔

"یہ آپ اس بے غیرت سے پوچھیں۔ یہ باہر کیا کرتوت کرتا پھرتا ہے آپ اچھی طرح

جانتے ہیں اور اب____ اب گھر میں بھی نقب لگانے آ گیا ہے۔ اس ذلیل انسان کو میں

آج مار ڈالوں گا یہ میری بیوی کو____"

سلیم سومرو اس کی آدھی ادھوری بات سے بہت کچھ سمجھ گئے تھے اور باقی افراد بھی دنگ

رہ گئے۔

کونین نے انوشے کو خود سے لگا رکھا تھا۔

"میں ایک ناکام شخص ہوں دادا سائیں! میں کبھی کچھ بھی نہیں کر پایا ہر معاملے میں پیچھے

رہ جاتا ہوں اور اب____ اب تو حد ہی ہو گئی ہے۔ میری بیوی میرے ہوتے ہوئے بھی

میرے گھر میں محفوظ نہیں ہے اس سے بڑھ کر میرے لیے شرمندگی کا باعث اور کیا ہو سکتا ہے؟؟؟"

اس کے بہتے آنسو سب کی آنکھیں نم کر گئے تھے، کراہتے ہوئے مراد کا کسی کو خیال ہی نہیں تھا سوائے اس کی ماں کے۔اس کے باپ کو تو پہلے ہی معلوم تھا کہ ان کا بیٹا ان کے بڑے بھائی جیسا تھا۔

"میرا بچہ ایک بہادر انسان ہے ایسی باتیں مت کرو میری جان ہو تم۔"

سلیم سومرو نے نم لہجے میں بولتے ہوئے اسے گلے لگا لیا تھا۔

"دادا سائیں! ہم نے بہت ظلم کیا ہے اس کے ساتھ وہ یتیم بھی ہماری بدولت ہوئی تھی اور اب بھی ہماری وجہ سے یہ سب برداشت کر رہی ہے آپ اسے اس کے گھر واپس بھیج دیں۔میں بہت شرمندہ ہوں اس سے نگاہیں بھی نہیں ملا سکتا پلیز آپ اسے واپس بھیج دیں۔"

وہ ان کے گلے لگے ہوئے کہہ رہا تھا۔انوشے بھی کونین کے ساتھ لگی رو رہی تھی۔

"لیکن بچے"____

ان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ بول پڑا تھا۔

"اگر آپ کو مجھ سے ذرا سی بھی محبت ہے تو پلیز جانے دیں اسے ____ ابھی اور اسی وقت ____"

"یاور جاؤ اور بحفاظت اس بچی کو بجرانی حویلی پہنچا کر آؤ۔اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی ایسا کرو کونین تم ساتھ جاؤ اس کے ____ اور کہنا ہم نے معاف کیا سب کو۔"

انھوں نے گویا ثمامہ کو محبت کا ثبوت دے دیا تھا۔وہ پھر سے ان کے گلے لگ گیا تھا ان کی محبت پر وہ کبھی شک کر ہی نہیں سکتا تھا۔

اس کا دل چاہا تھا مڑ کر ان دو بھوری آنکھوں کو دیکھے جو اسے پہلے نظر میں ہی اپنے حصار میں لے گئیں تھیں مگر خود میں ہمت مجتمع نہیں کر پایا تھا۔

وہ دھیرے دھیرے کونین کے سہارے قدم اٹھاتی اس گھر کی دہلیز پار کر گئی تھی شاید اب واپس آتی یا نہیں ! ____

@@@@@@@@@@

صفوان گھر والوں کے بار بار کالز کر کے شادی پر زور دینے اور خوش بخت کے نام کی رٹ سے تنگ آ گیا تھا سو فون گھر چھوڑ کر باہر نکل آیا مگر سامنے ہی اسی محترمہ کو اپنے گھر کے

دروازے پر کھڑے ایک خوبرو مرد سے کھلکھلا کر باتیں کرتے دیکھ کر اس کی تیوری چڑھ گئی تھی۔

"یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو تم؟"

وہ خود کو وہاں جا کر مداخلت کرنے سے نہیں روک پایا تھا ویسے بھی اب تو کافی پرانی جانکاری نکل آئی تھی ان کی اسی لیے وہ خود کو حق بجانب سمجھ رہا تھا۔

خوش بخت نے چونک کر اسے دیکھا تھا جبکہ اس کے ساتھ کھڑے احتشام نے بھی اسے گھورا تھا۔ وہ سارا کا کچھ سامان لینے آئے تھے اور خوش بخت کی باتیں گیٹ تک بھی ختم نہیں ہو تیں تھیں۔

"ایکسکیوز می____ مسٹر آپ کون ہوتے ہیں یہ پوچھنے والے؟"

خوشی نے طنزیہ لہجے میں اس سے پوچھا تھا۔

"میں____ میں انکل کو بتاتا ہوں تم یہاں کھڑی کیسے انجان لوگوں سے باتیں کر رہی ہو۔"

اس سے کوئی بات نہ بن پڑی تو الٹا سیدھا بول گیا۔

"واٹ____؟؟؟انجان لوگ____؟؟؟

کون سے انجان لوگ یہ_____؟؟؟"

بولتی ہوئی وہ کھلکھلا کر ہنس دی ساتھ احتشام بھی ہنس دیے۔ سارا سے انھیں ساری بات کا علم ہو چکا تھا تبھی وہ سب سمجھ رہے تھے۔ انھیں خوشی چھوٹی بہنوں کی طرح عزیز رہی تھی اور وہ دل سے چاہتے تھے اس کی زندگی خوشیوں سے بھر جائے۔ وہ تھی ہی اتنی صاف دل کی لڑکی!___

"ارے احتشام بیٹا! تم ابھی تک یہیں کھڑے ہو؟

یہ ضرور ان محترمہ کی بدولت ہو گا، باتیں ہی اتنی کرتی ہے توبہ___ بھئی ہے تو میری بیٹی لیکن اس کی باتیں سن سن کے بندے کے کانوں سے خون نکلنے لگتا ہے اف"_____

عالم صاحب کی بات پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ دونوں ہنس دیے تھے اور خوشی نے منہ بنا لیا۔

"اوہ صفوان! بچے ان سے ملو یہ ہیں میرے دوسرے نمبر والے داماد اور میرا پیارا سا بیٹا احتشام____اور شامی یہ ہیں"_____

ان کے تعارف پر وہ شرمندہ ہو گیا تھا۔

"انکل میں جانتا ہوں انھیں____یہ آپ کے وہی ہمسائے ہیں جن کے بارے میں اتنے عرصے سے کچھ لوگ انویسٹیگیشن کر رہے تھے۔"

ان کی بات پر خوشی نے کھانستے ہوئے انھیں گھورا تھا جو صفوان کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا۔

ان کی باتیں ابھی چل ہی رہیں تھیں جب آگے پیچھے گاڑیوں میں بجرانی خاندان کے سب بڑے وہاں آ گئے تھے۔

صفوان اتنے دنوں بعد انھیں دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا وہ سب لوگوں سے باری باری گلے ملنے لگا۔

خوش بخت بھی جھجھکتے ہوئے ان کی طرف بڑھی تھی، عالم صاحب ان سب کو اپنے گھر لے گئے۔ جب انھوں نے رشتے کی بات کی تو صفوان بھونچکارہ گیا اس کے گھر والے تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے چکروں میں تھے۔ عالم صاحب اور ان کی بیگم نے تو فوراً ہاں کر دی تھی سالوں پرانا یارانہ تھا اتنا اچھا خاندان تھا وہ کیوں ناہاں کرتے؟

خوشی اور صفوان کو تو کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا تھا اور سب کچھ طے کر دیا گیا۔

@@@@@@@@@@

انوشے گھر واپس لوٹ آئی تھی سب نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا دادا سائیں تو بہت دیر اسے گلے لگائے روتے رہے کتنی کمزور ہو گئی تھی وہ اس نے کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا وہ نہیں چاہتی تھی دوبارہ خون خرابا ہو۔اب اسے سب اجنبی لگ رہا تھا وہ حیران تھی کچھ ہی ماہ میں اس کا دل کتنا بدل گیا تھا سب سے زیادہ اس شخص کی یاد آتی تھی جو کمرے میں تو اجنبی بن کر رہتا تھا مگر اس آخری لمحے اس کے لیے کتنا بڑا اسٹینڈ لے گیا تھا۔

گھر میں صفوان کی شادی کی بات چل رہی تھی مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ مان نہیں رہا تھا۔انوشے نے اسے کال کی تھی،وہ اس سے خاصا جھجک رہا تھا شاید شرمندہ تھا تبھی بول نہیں پا رہا تھا۔

"صفوان ____ میں زندگی میں آگے بڑھ چکی ہوں اور تم سے بھی یہی چاہتی ہوں کہ تم اپنے لیے زندگی سے خوشیاں کشید کرو۔جو کچھ ہمارے درمیان تھا وہ ماضی بن چکا ہے اب ہمیں وہ سب بھول کر اچھے کزنز کی طرح ایک دوسرے کے لیے سوچنا چاہیے۔میں امید کرتی ہوں تم شادی کے لیے مان جاؤ گے اور پھر اپنی بیوی کے ساتھ یہاں آؤ گے۔"

وہ دھیرے دھیرے بولتی اس کی الجھنے سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

کونین نے اسے فون کیا تھا اور بتایا تھا کیسے سب اس کی کمی محسوس کر رہے ہیں سب سے بڑھ کر ثمامہ جو اس دن سے فارم ہاؤس پر ہی تھا۔

شہانہ بیگم اپنی نند کے ساتھ اسے لینے آ گئیں تھیں ان کی کافی خاطر مدارت کی گئی۔ جب انھوں نے اسے لے جانے کی بات کی تو کوئی بھی اس حق میں نہیں تھا۔ پھپھو نے انوشے کی کافی منتیں کیں تھیں کہ اتنے دن سے ہر کوئی کوششیں کر چکا ہے مگر وہ آنے کے لیے راضی نہیں ہے تم کہو گی تو لوٹ آئے گا۔ شہانہ بیگم کی آنکھوں میں امید کے جگنو چمک رہے تھے تبھی وہ ہتھیار ڈال گئی۔

سب لوگوں کے روکنے کے باوجود وہ سومرو حویلی چلی آئی تھی لیکن داداسائیں نے یہ شرط رکھی تھی کہ ثمامہ اسے خود واپس چھوڑ کر جائے گا اور سب کے ساتھ اس کی دھوم دھام سے رخصتی کی جائے گی۔ حویلی میں اس کا بھرپور استقبال کیا گیا تھا۔

"چلو یار انوشے! تم لالا کو کال کر کے سرپرائز دو۔"

اسے کمرے میں لے جاتے ہی کونین کے ساتھ ساتھ میرب اور زینب بھی اس کے پیچھے پڑیں تھیں۔

"میں____میں کیسے کر سکتی ہوں؟؟؟"

وہ منمنائی۔

"جی بھابھی____آپ بلائیں گی تو وہ ضرور آئے گا۔"

تبھی وہاں یاور بھی آ کھڑا ہوا۔

کونین نے اس کی ہمت بندھاتے کال ملا کر اسے پکڑا دی تھی اور خود سب باہر چلے گئے۔

مسلسل بیل جا رہی تھی آخر فون اٹینڈ کر لیا گیا۔

"بولو یاور! کیوں مجھے بار بار تنگ کر رہے ہو کہا تھا نا جب آنا ہو گا تو آ جاؤں گا۔اب فون

مت کرنا ورنہ"_____

"میں____میں انوشے____بات کر رہی ہوں۔"

اس کے اتنے غصے سے بولنے پر بالآخر اسے منہ کھولنا پڑا۔

دوسری طرف یک دم سناٹا چھا گیا۔

"تم____انوشے____تم یاور کے فون سے بات کر رہی ہو۔

تم مطلب تم____حویلی ہو____اوہ مائی گڈنیس"_____

جذبات کی شدت سے اس سے بولا ہی نہیں جا رہا تھا پھر ٹوں ٹوں کی آواز آئی تھی یعنی فون بند کر دیا گیا تھا۔

چند لمحے بعد ہی وہ اس کے سامنے موجود تھا۔

"میں تم سے شرمندہ ہوں جو کچھ وہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ میری خاموشی کا ہمیشہ ناجائز فائدہ اٹھایا گیا انھیں پتا تھا میں تمھارے لیے نہیں بولوں گا تبھی اس کی ہمت اتنی بڑھی تھی۔

مجھے لگا تھا تم اب واپس نہیں آؤ گی اس لیے ہمت ٹوٹ گئی تھی میری لیکن تم نے آ کر مجھ اپنا مزید گرویدہ بنا لیا ہے۔

میں نے بچپن سے ہی لڑائی جھگڑے دیکھے تھے اپنے والدین کے جس کی وجہ سے میرے اندر خوف بیٹھ گیا تھا۔ اونچی آوازیں میری طبیعت پر گراں گزرتی تھیں تبھی میں نے ہر کسی سے بحث اور بے جا ضد کرنا چھوڑ دی۔ میں پر سکون زندگی چاہتا تھا لیکن معاملات الجھتے چلے گئے اس سے مجھے احساس ہوا کہ اپنے حق کے لیے بولنا آنا چاہیے ورنہ لوگ آپ کو چٹکیوں میں مسل دیتے ہیں۔

بچپن سے آج تک جو بھی ہوا ہو مگر اب میں مضبوط بننا چاہتا ہوں تمھارے لیے

اور ______ مما کے لیے بھی۔ان کی جو بھی غلطیاں سہی مگر میں تو ان کا بیٹا ہوں نا میری

جنت تو وہی ہیں۔

کیا تم سب بھلا کر میرا ساتھ دو گی؟"

وہ آنکھوں میں آس لیے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

انوشے نے اس کے ہاتھوں میں دبا اپنا ہاتھ دیکھتے پھر نگاہیں اس کے وجیہہ چہرے پر جمائیں

تھیں۔یہ وہ شخص تھا جس کا درد وہ ہمیشہ خود میں محسوس کرتی تھی۔اب اگر وہ زندگی کی

طرف لوٹ رہا تھا تو اس پر بھی لازم تھا کہ وہ اس کا ہاتھ تھام لیتی۔

انوشے نے دھیرے سے اس کے سینے پر سر رکھتے اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ثمامہ

نے مسکراتے ہوئے اس کے گرد باہوں کا گھیرا ڈال لیا تھا۔

اس کا گھر واپس لوٹتے ہی اپنی ماں سے سامنا ہوا تھا اسے وہ بیمار اور لاغر لگیں تھیں اسے بے

ساختہ رنج ہوا تھا ان کی حالت دیکھتے۔اس عورت نے ساری زندگی سہا تھا اس کے باپ

کے ظلم و جبر کو۔اب وقت آگیا تھا وہ انھیں سکون دیتا۔وہ خاموشی سے ان کے گلے جا لگا

تھا،وہ پھوٹ پھوٹ کر روتیں اس کے ساتھ ساتھ باقی لوگوں کو بھی رلا گئیں تھیں۔

اب وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

@@@@@@@@@@

وہ انوشے سے بات کر کے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

بالکونی میں کھڑا ہو کر اس نے ٹھنڈی ہوا میں گہری سانس بھری تھی تبھی اس کے نگاہ اپنے گھر کے گیٹ سے نکلتی خوشی پر پڑی تو وہ کچھ سوچ کر نیچے اترتا باہر آگیا۔

خوشی ارحم کی تلاش میں اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا رہی تھی جب اسے صفوان نظر آیا وہ اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا جس پر اس نے تیوری چڑھالی۔

"دیکھو میں نے اب کچھ نہیں کیا یہ تمھارے گھر والے ہی ہیں جو مجھے اپنی بہو بنانے پر بضد ہیں پھر میں نے سوچا کر لیتی ہوں برداشت"____

صفوان اس کے احسان جتانے پر مسکراہٹ دبائے آگے بڑھ آیا۔

"چلو اب تم برداشت کر رہی ہو تو میں بھی کر ہی لوں گا۔"

اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"کیا مطلب تم____تم برداشت کرو گے مجھے اس میں تمھاری مرضی شامل نہیں ہے؟؟؟"

وہ روہانسی ہو گئی۔

"دیکھو پلیززززز! رونامت تم بھی تو یہی کہہ رہی تھی۔"

"ہاں____لیکن میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔"

اس نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا۔

"میں بھی تو ایسے ہی کہہ رہا تھا____اچھا چلو جانے دو جو بھی ہے ہم دونوں صلح کر لیتے ہیں۔اپنی پوری زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے دو لوگوں میں دوستی ہو تو پھر کیا خیال ہے تمھارا؟"

اس کے اتنے نرم لہجے پر خوشی نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"یقین کر لو یہ میں ہی ہوں میرا کوئی بھوت نہیں ہے۔"

مسکراتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

"ٹھیک ہے پھر کر لیتے ہیں دوستی لیکن اس کے لیے میری کچھ شرائط ہیں۔"

اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی وہ نان اسٹاپ بولنا شروع ہو گئی تھی صفوان نے بیچارگی سے اس کی چلتی زبان کو دیکھا۔اب یہ تو ساری زندگی سہنا پڑنا تھا۔

@@@@@@@@@@

ثمامہ اسے گھر واپس چھوڑنے آیا تھا سب کی شادی کے ساتھ ساتھ ان کی بھی تاریخ رکھ دی گئی تھی۔ یہ معاملہ صادق بجرانی اور سلیم سومرو کے درمیان طے پایا تھا۔

عالم صاحب اپنی فیملی کے ساتھ آئے ہوئے تھے اور دروازے پر ہی انھیں صفوان بھی مل گیا تھا۔انوشے کو حیران چھوڑتا وہ ثمامہ کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا۔

سب کے ساتھ ثمامہ کا تعارف کروایا گیا تھا۔

صفوان کو اکیلا دیکھتے انوشے بھی اس کے پیچھے چلی آئی تھی۔

"میں بہت خوش ہوں صفوان! تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔خوش بخت ایک بہترین لڑکی ہے تمھارے ساتھ خوب جچے گی۔میں دادا سے کہتی ہوں بس جلد سے جلد تم سب کی شادی کی ڈیٹ رکھتے ہیں۔میں تو خوب مزے کروں گی کیونکہ تم سب تو دلہن دلہا ہو گے اس لیے شرافت کا مظاہرہ کروگے۔"

انوشے نے کھلکھلاتے ہوئے اپنا پورا پلان ترتیب دیا۔صفوان نے اس سے نگاہیں چرائیں اور سامنے دیکھنے لگا۔

اس کی خاموشی محسوس کرتے انوشے یک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"یہ ہمارے معاشرے کی خامی ہے صفوان! بنا کسے محرم رشتے کے دو لوگوں کو ایک دوسرے سے سالوں پہلے منسوب کر دیتے ہیں۔ان لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت کے جذبات پنپنے لگتے ہیں پھر ان کی شادی آپس میں ہو نہ ہو ساری زندگی ان کے دل میں کسک باقی رہ جاتی ہے۔"

صفوان اس کی باتوں سے متفق تھا۔

"ہم دو مکمل لوگوں کو دو نا مکمل لوگوں کی زندگی مکمل کرنے کے لیے اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔"

وہ مسکرائی تو صفوان بھی نم آنکھوں سے مسکرا دیا تھا۔

وہ دونوں مختلف آزمائشوں سے گزرنے کے بعد رب کی رضا میں راضی ہو گئے تھے جہاں ان کے لیے خوشیاں لکھی گئیں تھیں۔

"چلو اس سے پہلے کہ تمھاری ہونے والی بیوی میرے معصوم شوہر کو یہاں سے بھگا دے"____

اس نے صفوان کی توجہ خوش بخت کی جانب دلائی جو نا جانے بیچارے ثمامہ سے ایسی کیا باتیں کر رہی تھی جس کا چہرہ لال پیلا ہو رہا تھا۔

صفوان صورتحال کا اندازہ کرتا زور سے ہنس دیا وہ اچھی طرح محترمہ خوش بخت صاحبہ کی بولڈنیس سے واقف تھا جو کسی بھی سیدھے انسان کے چھکے چھڑا دیتی تھی۔

"بھئی انوشے صاحبہ! آپ بھی دلہن بن رہی ہیں ہمارے ساتھ اس لیے سارے پلانز کینسل"____

اندر سے وریشہ اور باقی کزنز بھی نکل آئے تھے شام کی چائے پیتے ہوئے سب بچے شادی کے بارے میں ڈسکس کر رہے تھے۔

شیراز بجرانی نے کھڑکی سے اپنے آنگن کی کھلکھلاہٹیں دیکھتے رب کا شکریہ ادا کیا تھا بلآخر اچھا وقت لوٹ آیا تھا۔

ختم شد۔۔۔۔

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلامُ علیکم !

"ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل" آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل" بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل" کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ "ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل" آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959

ختم شُد

اگلا ناول صرف ناول ہی ناول "اور" آن لائن ویب چینل پر

NovelHiNovel.Com

OnlineWebChannel.Com

Novel Hi Novel & Online Web Channel

السلام علیکم !

ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کے لیے لایا ایک سنہری موقع

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنے قلم کی آواز کو لوگوں تک پہچانا چاہتے ہیں، تو اپنی لکھی گئی کوئی بھی تحریر (حمد، نعت، ناول، افسانہ، آرٹیکل، ریسیپی، نظم، غزل، اقوال) یا جو بھی آپ کے ذہن میں ہو اور آپ لکھنا چاہتے ہیں، ہم تک پہچائیں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل بنے گا وہ سیڑھی جو آپ کو آپ کی پسندیدہ ویب سائیٹ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اگر آپ اپنی تحریریں ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل کی ویب سائیٹ میں دینا چاہتے ہیں تو رابطہ کریں۔ ناول ہی ناول" اور "آن لائن ویب چینل آپ کو آپ کے عین مطابق پلیٹ فارم مہیا کر رہا ہے تو جلدی سے قلم اٹھائیں اور لکھ ڈالیں جو آپ کے ذہن میں مرکوز ہے۔ شکریہ !

اپنی تحریریں ہمیں اس پتہ پر ارسال کریں۔

NovelHiNovel.Com & OnlineWebChannel.Com

NovelHiNovel & OWC Official

NovelHiNovel@Gmail.Com

OnlineWebChannel @Gmail.Com

03155734959